







نیکوں دل شکن ہویاں عزم ہے اک غمخیزم ہلالِ قرم  
 فیکے اندھیا ہی سے جہاں کے بارغ میں ہے  
 شمس (المضوی)

محرم نمبر



مکتبہ اسلامیہ  
 لاہور

زید و سستی امیر الامار کا راجہ محمد احمد صاحب مہمان محمود آباد  
 زید و سستی حضرت تاج العلماء جناب لانا سید محمد ذکی صاحب قلم مجتہد العصر  
 زید و سستی سید آغا محمد رضوی

۱۳۶۶ھ



## مقتصد

- (۱) مذہب اسلام کا مکمل الادیان ہونا۔
- (۲) پیغمبر اسلام کا افضل الخلق ہونا۔
- (۳) اسلامی شریعت کی حکمت اور اسکی جامعیت۔
- (۴) اسلامی اخلاق و آداب کی افضلیت۔
- (۵) اسلامی تمدن کی فوقیت۔
- (۶) اسلامی احکام اور قوانین شریعت
- (۷) ائمہ طہرین کے کمالات و ہدایات۔
- (۸) سلف صالحین کے تاریخی حالات
- (۹) قرآن مجید کا افضل الکتاب ہونا
- (۱۰) اثبات اصول اسلام بدلائل عقلیہ و نقلیہ
- (۱۱) فلسفہ قدیم و جدیدہ اور دیگر مذاہب کے مقابلہ
- میں حمایت اسلام و ازالہ الشبهات
- (۱۲) اکتشافات جدیدہ و تحقیق اسلام
- (۱۳) اخبار علیہ۔

## قواعد

- ۱۔ یہ رسالہ بالفعل ہر انگریزی مہینہ کی آخری تاریخوں میں شایع ہوگا۔
- ۲۔ ہر خریدار کو کم از کم ایک سال کے لئے رسالہ خریدنا ہوگا۔
- ۳۔ نمونہ کا پرچہ ۴ کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہو سکتا ہے۔
- ۴۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے۔
- ۵۔ اشتہارات کی اجرت بذریعہ خط و کتابت

طے ہو سکتی ہے۔

۶۔ علمی محاطات کے متعلق خط و کتابت دارالرسالہ مضامین بنام مدیر اور دیگر امور کے متعلق بنام منیجر ہونا چاہئے۔

۷۔ شرح قیمت روسار و دالیا ملک سے جو حر

فرائیں۔ عام خریداروں سے لئے، غریبوں و طلباء سے بشرط تصدیق

بیت و سرمد و عظیم لکھنؤ

## ہدایات

- (۱) مقتصد رسالہ کا لحاظ رکھ کر مضمون لکھا جائے ورنہ درج نہ ہو سکے گا۔
- (۲) مضامین عموماً مختصر ہونا چاہئے۔ ادنیٰ تر کو تغیر و تبدل کا اختیار ہوگا
- (۳) عبارت حتی الامکان سلیس اور عام فہم ہو جائے۔
- (۴) مضامین صاف خط میں تحریر کئے جائیں اور عبارت غریبہ براعزائے جائیں۔ نیز عربی عبارت کا دورہ نہ کرنا چاہئے۔
- (۵) حتی الامکان کتب منقول عنہا کا حوالہ دیا جائے۔
- (۶) ناقابل اشاعت مضمون واپس نہ ہوگا اگر ضرورت ہو تو صاحب مضمون کو ٹکٹ بھیجتا چاہئے۔

زیادہ سلام کے سبب بے تعلقی مرکز دستہ الیٰہی

## اعمال عاشورہ

جب صبح عاشورہ ہو تو دن بھر فاقہ سے ہے۔ کھانا پینا بیڑی سگریٹ حقہ بان تمام سامان راست کو چھوڑے اور آخر روز بعد عصر دو گھنٹہ دن ہے افطار کر لے اگرچہ پانی کے گھونٹ سے ہو پورا روزہ نہ رکھے۔ اور اپنے کپڑوں کے بند کھول دے اور آستین کو کتنی تک اٹا دے مصیبت زدوں کے طریقہ سے اور صحرائی جانب یا کوٹھے پر جائے اور خضوع و خشوع کے ساتھ باجشم گریاں اُل روز جب سورج بقدر ایک نہیسن کے اونچا ہو۔ پہلے روضہ منور یعنی قبر مبارک شہید کر بلا کی حنبا منھ کر لے اور معرکہ کر بلا اور شہادت امام مظلوم کو خاطر میں لائے اور انگلی سے اشارہ کرے اور مختصر زیارت پڑھے کہ

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا ابْنَ مَرْسُوْلِ اللّٰهِ  
وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ

پھر دو رکعت نماز زیارت مثل نماز صبح بجا لاوے اس کے بعد قصد کرے زیارت پڑھتا ہوں میں جناب امام حسین علیہ السلام کی روز عاشورہ سنتِ مسترّ الی اللہ پھر کہے۔  
اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا ابْنَ مَرْسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ

(ب)

عَلَيْكَ يَا بَنَ امِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَابْنَ سَيِّدِ الْعَوِيَّةِ السَّلَامُ عَلَيْكَ  
يَا بَنَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ سَيِّدَةِ النَّسَاءِ الْعَالَمِينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا  
خَيْرَةَ اللَّهِ وَابْنَ خَيْرَتِهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَارَ اللَّهِ وَابْنَ نَارِهِ  
وَالْأَبْنَاءَ الْمُؤْمِنِينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ وَ عَلَى الْأَرْوَاحِ الَّتِي حَلَّتْ  
بِفِتَائِكَ وَأَنَاخَتْ بِرُحْلِكَ عَلَيْكُمْ مِنِّي جَمِيعًا سَلَامُ اللَّهِ أَبَدًا أَمَا  
لَقِيتُ وَبَقِيَ اللَّيْلُ وَ النَّهَارُ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ  
عَلَيْكَ لَقَدْ عَظُمَتِ الرَّزِيَّةُ وَجَلَّتِ الْمُصِيبَةُ بِكَ عَلَيْنَا وَ عَلَى  
جَمِيعِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ وَجَلَّتْ وَ عَظُمَتِ مُصِيبَتُكَ فِي السَّمَوَاتِ  
وَ عَلَى جَمِيعِ أَهْلِ السَّمَوَاتِ فَلَعَنَ اللَّهُ أُمَّةً أَتَتْ أُسَاسَ الظُّلْمِ  
وَ الْجَوْرِ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ لَعَنَ اللَّهُ أُمَّةً دَفَعَتْكُمْ عَنْ مَقَامِكُمْ  
وَ أَنْزَلَتْكُمْ عَنْ مَرَاتِبِكُمُ الَّتِي رَتَّبَكُمْ اللَّهُ فِيهَا وَ لَعَنَ اللَّهُ أُمَّةً  
قَتَلَتْكُمْ وَ لَعَنَ اللَّهُ الْمُتَمَهِّدِينَ لَهُمْ بِالشُّمُوكِ مِنْ قِتَالِكُمْ وَ  
بَرَيْتُ إِلَى اللَّهِ وَ أَلَيْكُمْ مِنْهُمْ وَ مِنْ أَشْيَاعِهِمْ وَ اتَّبَاعِهِمْ وَ  
أَوْ لِيَا حِمِّهِمْ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْكَ إِنِّي  
سَلَمْتُ لِعَنْ سَأَلَكُمْ وَ حَرْبٌ لِعَنْ حَارَبَكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ  
لَعَنَ اللَّهُ أَلْ زِيَادِي أَلْ مَرْوَانِي وَ لَعَنَ اللَّهُ مَبْنَى أُمَيَّةِ قَاطِبَةً  
وَ لَعَنَ اللَّهُ ابْنَ مَرْجَانَةَ وَ لَعَنَ اللَّهُ عُمَرَ ابْنَ سَعْدٍ وَ لَعَنَ  
اللَّهُ شِمْرًا وَ لَعَنَ اللَّهُ أُمَّةً اسْرَجَتْ وَ الْجَمْتُ وَ تَقَبَّتْ  
وَ تَهَيَّأَتْ لِقِتَالِكَ يَا بَنِي أُمِّتٍ وَ أُمِّي صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ  
عَلَيْكَ لَقَدْ عَظُمَ مُضَائِي بِكَ فَاسْأَلُ اللَّهَ الَّذِي أَلَزَمَ مَقَامَكَ

يَا أَكْرَمَنِي يَا أَنْ يَرْزُقَنِي طَلَبْتُ نَاسَكَ مَعَ إِمَامٍ مَنْصُوقٍ مِنْ  
 أَهْلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي عِنْدَكَ  
 وَجِيهًا بِالْحُسَيْنِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ صَلَوَاتُ اللَّهِ  
 وَسَلَامُهُ عَلَيْكَ إِنِّي أَتَقَرَّبُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ وَإِلَى  
 أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَإِلَى فَاطِمَةَ وَإِلَى الْحُسَيْنِ وَإِلَيْكَ بِمَوَافَاةٍ  
 تَاكِفُ بِالْبِرَاءَةِ مِمَّنْ قَاتَلَكَ وَنَصَبَ لَكَ الْحَرْبَ وَالْبِرَاءَةَ  
 مِمَّنْ أَشَسَّ أَسَاسَ الظُّلْمِ وَالْجَوْرِ عَلَيْكُمْ وَأَبْرَأُ إِلَى اللَّهِ  
 إِلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمُ مِمَّنْ أَشَسَّ أَسَاسَ  
 ذَلِكَ وَبَنَى عَلَيْهِ بُيُوتَهُ وَجَرَى فِي ظُلْمِهِ وَجَوْرِهِ عَلَيْكُمْ  
 وَعَلَى أَشْيَاءِكُمْ بَرِئْتُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَيْكُمْ مِنْهُمْ وَأَتَقَرَّبُ إِلَى اللَّهِ  
 ثُمَّ إِلَيْكُمْ بِمَوَافَاةٍ تَاكِفُ بِالْبِرَاءَةِ مِنْ أَعْدَائِكُمْ  
 وَالنَّاصِبِينَ لَكُمْ الْحَرْبَ وَالْبِرَاءَةَ مِنْ أَشْيَاءِهِمْ وَأَتْبَاعِهِمْ  
 وَأَوْلِيَانِهِمْ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ إِنِّي سَلَّمْتُ لِمَنْ سَأَلَكُمْ وَحَرْبُ  
 لِمَنْ حَارَبَكُمْ وَإِنِّي لِمَنْ وَالَاكُمْ وَعَدُّ لِمَنْ أَعَدَّكُمْ  
 فَاسْأَلُ اللَّهَ الَّذِي أَكْرَمَنِي بِمَعْرِفَتِكُمْ وَمَعْرِفَةِ أَهْلِ بَيْتِكُمْ  
 وَرَزَقَنِي الْبِرَاءَةَ مِنْ أَعْدَائِكُمْ أَنْ يَجْعَلَنِي مَعَكُمْ فِي الدُّنْيَا  
 وَالْآخِرَةِ وَأَنْ يُثَبِّتَ لِي عِنْدَكُمْ قَدَمَ صِدْقِي فِي الدُّنْيَا  
 وَالْآخِرَةِ وَأَسْأَلُهُ أَنْ يُبَلِّغَنِي الْمَقَامَ الْمُحْمَدِي الَّذِي  
 لَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ وَأَنْ يَرْزُقَنِي طَلَبَ نَاسِرَتِي مَعَ إِمَامٍ مُهْدِي  
 ظَاهِرٍ نَاطِقٍ بِالْحَقِّ مِنْكُمْ وَأَسْأَلُ اللَّهَ بِحَقِّكُمْ وَبِالشَّاهِدِ

الَّذِي لَكَ عِنْدَهُ أَنْ يُعْطِيَنِي بِمَصَافِي بِكَمُ أَفْضَلِي مَا يُعْطَى مُصَابَا  
بِمُصِيبَةٍ يَا لَهَا مُصِيبَةٌ مَا أَعْظَمَهَا أَعْظَمَ رَزَقَتْنِي إِلَّا  
سَلَامِي فِي جَمِيعِ أَهْلِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي  
فِي مَقَامِي هَذَا آمِنٌ تَنَالُهُ مِنْكَ صَلَوَاتٌ وَرَحْمَةٌ وَمَغْفِرَةٌ  
اللَّهُمَّ اجْعَلْ قِيَامِي حَيَاةً مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمَمَاتِي مَمَاتِ  
مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُكَ وَسَلَامُكَ عَلَيْهِمُ اللَّهُمَّ إِنَّ  
هَذَا الْيَوْمَ مَرَّتُكَ بِهِ بَنُو أُمَيَّةَ وَابْنُ إِكْلَةَ الْأَكْبَادِ اللَّعِينُ  
ابْنُ اللَّعِينِ عَلَى لِسَانِكَ وَلِسَانِ نَبِيِّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
فِي كُلِّ مَوْءٍ مِنْ مَوْءٍ وَقِفْ وَقِفْ فِيهِ نَبِيَّكَ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
اللَّهُمَّ الْعَنِ أَبَا سُفْيَانَ وَمُعَاوِيَةَ ابْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَبَنِي  
ابْنِ مُعَاوِيَةَ الْفَرَوَاتِ إِنْ عَلَيْهِمْ مِنْكَ اللَّعْنَةُ أَبَدًا إِلَّا  
بِإِذْنِ وَهَذَا الْيَوْمَ فَرَحْتُ بِهِ الْإِزْيَادِ وَالْمُرُوَاتِ إِنْ  
عَلَيْهِمُ اللَّعْنَةُ بِقَتْلِهِمُ الْحُسَيْنِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ  
اللَّهُمَّ فَضَاعِفْ عَلَيْهِمُ اللَّعْنَةَ مِنْكَ وَالْعَذَابَ الْأَلِيمَ اللَّهُمَّ  
إِنِّي أَتَقَرَّبُ إِلَيْكَ فِي هَذَا الْيَوْمِ فِي مَوْءٍ هَذَا أَوْ أَيَّامِ  
حَيَاتِي بِالْبَرَاءَةِ مِنْهُمْ وَاللَّعْنَةَ عَلَيْهِمْ بِالْمَوْ أَلَا  
لِنَبِيِّكَ وَآلِ نَبِيِّكَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اللَّهُمَّ الْعَنُ أَتَكَ  
ظَالِمَ ظَلَمَ حَقَّ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ إِخْرَتَابِعِلَهُ عَلَى نَدْلِكِ  
اللَّهُمَّ الْعَنِ الْعَصَابَةَ الَّتِي جَاهَدَتِ الْحُسَيْنَ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ  
وَسَائِعَتِ وَتَابَعَتْ عَلَى قَتْلِهِ اللَّهُمَّ الْعَنُ جَمِيعَهَا

پھر تلو مرتبہ کہے

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ وَ عَلٰی الْاَیِّ اِحِیَ اَلَّتِیْ حَلَّتْ  
یَفْنَائِیْكَ وَ اَنَا حَتَّ بِرَحْمَتِكَ عَلَیْكَ مِنِّیْ سَلَامُ اللّٰهِ اَبَدًا  
مَا بَقِیْتُ وَ بَقِیَ اللَّیْلُ وَ النَّهَارُ وَ لَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اٰخِرَ الْعَمَلِ  
مِنِّیْ لِزِیَارَتِكَ اَلسَّلَامُ عَلٰی الْحُسَيْنِ وَ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَيْنِ  
وَ عَلٰی اَوَّلِ اَدِ الْحُسَيْنِ وَ عَلٰی اَصْحَابِ الْحُسَيْنِ

پھر کہے

اَللّٰهُمَّ خُصَّ اَنْتَ اَوَّلَ ظَالِمٍ بِاللُّعْنِ مِنِّیْ وَ اَبَدًا بِه  
اَوَّلَ لَا شَرَّ الثَّانِی ثُمَّ الثَّالِث ثُمَّ الرَّابِع اَللّٰهُمَّ الْعَنْ  
یَزِیدَ ابْنَ مُعَاوِیَہَ خَامِسَاۗی الْعَنْ عُبَیْدَ اللّٰہِ بْنِ زِیَادِ  
وَ ابْنَ مَرْجَانَةَ وَ عُمَرَ بْنَ سَعْدٍ وَ شِمْرًا وَ اِلَ اَبِی  
سُفْیَانَ وَ اِلَ زِیَادٍ وَ اِلَ مَرْوَانَ اِلَی یَوْمِ الْقِیَامَةِ

پھر سجدہ میں جا کر اور کہے

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدَ الشَّاكِرِیْنَ لَكَ عَلٰی مُصَابِحِهِم  
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی عَظِیْمِ رَزِیْقِیْ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ شِفَاعَةَ  
الْحُسَيْنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَوْمَ الْقُیُومِ وَ ثَبِّتْ لِیْ قَدَمَ  
صَدِیْقِ عِنْدَكَ مَعَ الْحُسَيْنِ وَ اَوَّلِ اَدِ الْحُسَيْنِ وَ اَصْحَابِ  
الْحُسَيْنِ الَّذِیْنَ بَدَلُوْا اَمْوَالَهُمْ دَفْنَ الْحُسَيْنِ عَلَیْهِ  
السَّلَامُ

اس کے بعد دعائے علقمہ پڑھے اور دو رکعت نماز زیارت نازح کی طرح پڑھ کر لے

ہوئے اور اپنے لئے اور برادران ایمانی کے لئے دعا کرے (عمل عاشور) میں بعض علماء نے اصل روایت پر عمل کرنے میں جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ طول کلام سے خالی نہیں ہے۔ ہم نے وہ طریقہ تحریر کیا ہے جسکو جناب حجتہ الاسلام سید ابوصاحب قبلہ محمد مروتی لکھنؤ نے تحفہ احمدیہ کے طبع اول میں تحریر کیا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ہر نامرتبہ قاتلان حسین پر لعنت کے اور کے

اللَّهُمَّ الْعَنْ قَتْلَةَ الْحُسَيْنِ وَ أَصْحَابِهِ  
اس کے بعد جس جگہ کھڑا ہو وہاں سے چند قدم آگے بڑھے اور کہو  
إِنَّا لِلَّهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاَجِعُونَ رِضًا بِقَضَائِهِ وَ تَسْلِيمًا  
لَاكُمُ ۝

پھر چھپے اور پھر کے اسی طرح ساتھ مرتبہ کے اور محزون و غمگین ہو پھر اپنے تمام پرہیزگار کے  
اللَّهُمَّ عَذِّبِ الْفَجْرَةَ الَّذِينَ شَاقُوا رُسُلَكَ وَ خَاسَرُوا أَوْلِيَاءَكَ  
وَ عَبْدُكَ غَيْرَكَ وَ اسْتَدْحَلُوا خَاسِرًا مَكَ وَ الْعَيْنِ الْقَلْدَةَ وَ الْأَكْبَاعَ  
وَ مَنْ كَانَ مِنْهُمْ فَغَنَبَ وَ أَوْضَعَ مَعَهُمْ أَوْ رَضِيَ بِتَعْلِيهِمْ  
لَعْنًا كَثِيرًا اللَّهُمَّ وَ عَجَلْ فَرَجَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ اجْعَلْ صَلَاتَكَ  
عَلَيْهِ وَ عَلَيْهِمْ وَ اسْتَنْقِذْهُمْ مِنْ أَيْدِي الْمُنَافِقِينَ الْمُضِلِّينَ  
وَ الْكُفَّةِ الْبَاجِدِينَ وَ افْتَحْ لَهُمْ فَتْحًا يَسِيرًا وَ اتَّخِذْ لَهُمْ  
رَوْحًا وَ فَرَجًا قَرِيبًا وَ اجْعَلْ لَهُمْ مِنْ لَدُنْكَ عَلَى عَدُوِّ  
وَ عَدُوِّهِمْ سُلْطَانًا نَصِيرًا

# شہادتِ عظمیٰ کا مقصد

معرز افراد قوم ! کر بلا کا انسانیت سوز واقعہ جس نے کائنات کو سو گوار بنایا تبلیغ کو اور ترویج مذہب و ملت کے لئے ظہور میں آیا فرزند رسول نے اپنی گراں قدر قربانیوں سے دنیا کو تباہ کیا کہ ضرورت پڑ جائے تو مذہب پر جان مال عزت تثار کر دینا چاہئے۔

حسین اور اصحاب حسین کی فقید المثال قربانی نے زیدیت کے سر بلند قصر کو بچ و بنیاد سے منہدم کر کے دین محمدی کے گرتے ہوئے قصر کو سنبھال کر اس قدر استوار اور بلند کر دیا کہ قیامت تک کوئی مادی سیلاب و ہائٹک پہنچ نہیں سکے گا۔

محرم اور عزا کا مہینہ جس میں ۶۰ھ میں یگناہوں کا خون بیدردی سے بہایا گیا امامت کے اس جذبہ تبلیغ کو زندہ کرتا ہے جو یہ مقدس نفوس اپنے مجروح سینوں میں لیکر کر بلا کی مٹی ہوئی زمین پر ہمیشہ کے لئے آرام کر گئے۔ وہ زندہ ہیں اور یقیناً وہ زندہ ہیں ان کے نقوش عمل بھی ستاروں کی طرح درخشندہ اور تابندہ ہیں اور اُسکی روشنی میں ہمارے تبلیغی جد جہد میں جان پڑتی ہے۔

اس ہدایت آفرین مہینہ میں مدرالاعظمین کے تبلیغی خدمات اور اپنے کارناموں پر آپ کی توجہ مبذول ہونا ضروری ہے مدرسہ نے ملک کے طول و عرض اور بیرون ہند میں جو اہم دینی خدمات انجام دیے ہیں اور مقصد حسینی کی تکمیل تجریم سماعی جمیل اختیار کئے ہیں اس سے تو م واقف ہے آپ مختلف طریقوں سے اس ادارہ کی طرف توجہ فرما سکتے ہیں۔

(۱) انصار دین کے زرین سلسلہ میں شریک ہو کر اور دوسروں کو ترغیب دلا کر۔

(۲) یہاں کے واعظین اور مبلغین کو تبلیغی سہولتیں مہیا فرما کر۔

(۳) یہاں کے والے تصنیف اور تالیف (مؤند العلوم) کے شائع شدہ تبلیغی فرائز



الف۔ مسلم ریویو (انگریزی ماہانہ رسالہ) جو ہر ماہ کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوتا ہے اور یورپ، افریقہ امریکہ اور انگلینڈ وغیرہ میں نہایت خاموشی سے تبلیغی خدمات کو بحسن و خوبی انجام دے رہا ہے جس کا سالانہ چندہ صرف مسلمانوں سے چھ روپیہ ہے اور غیر مسلمین کی خدمت میں بلا قیمت حاضر کیا جاسکتا ہے۔  
ب۔ الواعظ رسالہ الواعظیہ مدستہ الواعظین کے تبلیغی آرگن کے (جو ۲۷ سال سے اپنے فرائض کو حسن و خوبی سے ادا کر رہا ہے، جو اصطلاحی میدان مناظرہ سے بچتا ہوا انتہائی تہذیب منانہ سے دشمنان اسلام کے مقابلہ کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے جو ہر ماہ کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوتا ہے اسکا سالانہ چندہ چار روپیہ ہے) خریدار بن کر اور دوسروں کو توجہ دلا کر۔

۵۔ الواعظ صفدر برنی پریس (اردو) اور مسلم پریس (انگریزی) میں ہر قسم کا عربی فارسی اردو ہندی اور انگریزی (زنگین اور سادہ) کام چھپو کر اور دوسروں کو توجہ دلا کر آپ اپنے اس دینی اور تبلیغی مرکز کی امداد فرما سکتے ہیں

منیجر

## انصار دین کا زرین سلسلہ

جملہ اہل اسلام اور حقیقی تبلیغ اسلام کے شائقین میں یہ خبر نہایت مسرت سنی جائے گی کہ دنیا اسلام کے سب سے بڑے تبلیغی مرکز مدثر الواعظین لکھنؤ کی عظیم الشان خدمات پر نظر کرتے ہوئے کارکنان ادارہ مدرستہ کے لئے **مائتہ مستقل** جمع کرنا فیصلہ کر لیا ہے اور کام شروع کر دیا گیا ہے اور یہ طے پایا ہے کہ جو رسم مستقل کے نام سے جمع ہو صرف اُسکے منافع کے صرف کرنا حق مدرک ہوگا، اصل رسم کا نصف کسی وقت جائز نہ ہوگا۔ بنابرین چند پر جوش افراد قوم نے عوام کی سہولت کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ادارہ عالیہ کیلئے ہر مومن اپنے گھر کے تمام نفوس کی طینت سے عمر بھر میں فی کس صرف ایک سو چھتہ کدوے یہ رسم الہ آباد بنک میں مائتہ مستقل کے نام سے جمع ہوگی قوم کے تمام افراد ادا کر لیں کہ اس مقصد کو بہت کچھ مدد پہنچا سکتے ہیں اور ذی امید کہ طریقہ بار خاطر نہ ہوگا۔ اور ہر سر شخص اپنا پہلا اور آخری عطیہ دیکر انصار دین میں شامل ہوتا

تحويل سابق سرکایہ مستقل اما - ۷۰۰/۴ R

## فہرست اسماء حضرت معطیان چند براء سرکایہ مستقل

نمبر سید	نام معطی معہ پتہ	وصول شدہ	ذریعہ
۱۸۴۲	جناب مولانا اختر حسین صاحب متعلم مدرسہ الوداعین	عہ	محمد تقی زیدی
	بنگم صاحبہ	عہ	"
۱۸۴۳	محسن الملک مولانا سید محمد محسن صاحب قلیہ بیروہ سرکار	عہ	"
	نجم الملک علی اللہ مقامہ کوچہ شاہچہڑا	عہ	"
	معظمہ بنگم صاحبہ	عہ	"
	دختران	عہ	"
	جناب لانا سید محمد کاظم صاحب قلیہ علی اللہ مقامہ	عہ	"
	الیہ مرحومہ	عہ	"
۱۸۴۴	جناب مولانا سید معصوم علیضا متعلم مدرسہ الوداعین	عہ	"
۸۴۵	جناب نواب سید محمد حسین نثار میس لکھنؤ حادر وڈ	عہ	"
	جناب اب قیصر جہاں بیگم صاحبہ	عہ	"
	جناب وزیر جہاں بیگم صاحبہ	عہ	"
	جناب حضور جانی صاحب	عہ	"
	امراؤ بیگم صاحبہ	عہ	"
	مرتضی بیگم صاحبہ	عہ	"
	آبادی خانم صاحبہ	عہ	"

محمد تقی زیدی	عمر	حاجه رود	شرفین	
"	عمر	"	نقن صاحب	
"	عمر	"	بهو کلو	
"	عمر	"	جناب سید محمد عباس صاحبیم، لے کوچ میر نہیں لکھنؤ	۱۸۴۶
"	عمر	"	جناب سید تقی حسین صاحب بک بانڈر محمود آباد	۱۸۴۷
"	"	"	جناب سید محمد شفیع صاحب جعفری انیکٹر پولیس	۱۸۴۸
منی آرڈر	عمر	"	فیض آباد	
محمد تقی زیدی	عمر	"	جناب سید ظفر حسن صاحب عرف وزن صاحب	۱۸۴۹
"	عمر	"	یل فرنگی محل لکھنؤ	
"	عمر	"	سیکم صاحبہ	۱۸۵۰
"	"	"	جناب ذاب سید ظہور الحسن صاحب عرف ذاب آغا خا	۱۸۵۰
"	عمر	"	رئیس لکھنؤ ڈیوڑھی آغا میر	
"	عمر	"	معظمہ سیکم صاحبہ	
"	عمر	"	برخوردار سید تاجدار آغا صاحب	
"	عمر	"	وزیر سیکم صاحبہ ملازمہ	
"	عمر	"	اجپھن	
مولانا سید آغا احمدی صاحب	عمر	"	جناب سید غلام حسین صاحب قبائی و ضیائہ	۱۸۵۱
محمد تقی زیدی	عمر	"	رائے بریلی	
"	عمر	"	جناب سید الطان حسین صاحب بقدرہ عالیہ گولہ گنج	۱۸۵۲
"	عمر	"	جناب سید اختر حسین صاحب والد جناب الطان حسین صاحب	
"	عمر	"	الطیہ محترمہ والدہ	



محمد تقی زیدی	عمر	موظفہ اہلیہ محترمہ جناب مولانا سید انصاری حسین صاحب کاظمین رود لکھنؤ	۱۸۶۴
منی آرڈر	عمر	دختر سلمہ جناب جناب اللہ دانا غایت حسین صاحب عرب علوی اپنے متعلقین کی طرح	۱۸۶۵
محمد تقی زیدی	عمر	رسول نگر عزت رام نگر ضلع گجرات جناب ذاب سید زین العابدین صاحب عرف	۱۸۶۶
"	عمر	ذاب حیدر صاحب متصل مدرسہ الوداعین	۱۸۶۷
"	عمر	جناب قاری مرزا علی امجد صاحب ناظر دینیات	۱۸۶۸
"	عمر	شیخہ یتیم خانہ لکھنؤ	۱۸۶۹
"	عمر	جناب محمد رضا صاحب فرزند سلطان مرزا صاحب	۱۸۷۰
"	عمر	دوبیر گنج لکھنؤ	۱۸۷۱
"	عمر	اہلیہ محترمہ جناب سید ذاب صاحب کوچہ حکیم	۱۸۷۲
"	عمر	میر باقر حسین صاحب مرحوم	۱۸۷۳
"	عمر	جناب بادشاہ مرزا صاحب غم گور گنج لکھنؤ	۱۸۷۴
"	عمر	جناب سید مبارک غنی صاحب رضوی محلہ	۱۸۷۵
منی آرڈر	عمر	شکر کوئی ادوے پور میواڑ	۱۸۷۶
"	عمر	جناب سید علی ثامن صاحب مرحوم والد	۱۸۷۷
"	عمر	جناب والدہ موظفہ	۱۸۷۸
"	عمر	دختر نیک اختر	۱۸۷۹
"	عمر	اہلیہ مرحومہ	۱۸۸۰
باقی آئندہ			

# الواعظا

جلد ۲	ابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۷۶ء مطابق ذیحجہ و محرم ۱۳۶۶ھ	نمبر ۱۲
نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	حدود ذکری	۳
۲	مسلم ریویو	۱۰
۳	اسلام اور جہاد	۱۲
۴	تقلم	۱۵
۵	ہمدرد صاحب کھنوی	۱۶
۶	سبطانی کا اسلامی دنیا پر احسان	۱۷
۷	اربعی	۱۸
۸	صحابہ حسین کی بے مثال وفات	۱۹
۹	ہشام سرکار علامہ صفوانی طاب ثراہ	۲۳
۱۰	سیر حسینی	۲۴
۱۱	مورکے عاشق کا ایک منظر	۲۵
۱۲	سلام	۲۶
۱۳	صحابہ حسین کے خصوصیات	۲۷
۱۴	سلام	۲۸
	ادبیر	
	عالمیناب حکیم سید نوراب صاحب زیدی	
	عالمیناب مولوی سید محمد اطہر صاحب کاشف کھنوی	
	عالمیناب سید فضل مرزا صاحب قسیم کھنوی	
	عالمیناب مولانا سید محمد رفیع صاحب قسیم سہانپور	
	عالمیناب منشی سید حمید الحسن صاحب عیش کھنوی	

نمبر شمار	مضمون	مضمون بھکار	صفحہ
۱۵	بہادر کربلا	عالمجناب حکیم ملک سید محمد حسن صاحب بڑا گاؤں جو بنہور	۳۱
۱۶	اشتمار	نظامی پریس لکھنؤ	۳۲
۱۷	شہادت حسین سے سبق	عالمجناب سید حسن علی شاہ صاحب وظیفہ یاب دکن	۳۳
۱۸	مرثیہ کے چند بند	حضرت خبیر لکھنوی	۴۱
۱۹	ذبح عظیم	عالمجناب مرزا باقر علی صاحب انسرہی۔ لے منشی فاضل	۴۲
۲۰	کربلا کا جو تیس منظر	ایم اے اکمل صاحب منشی کامل شاہا پوری	۴۳
۲۱	شہادۂ امام علیہ السلام	عالمجناب مولوی محمد بشیر صاحب کوٹلوی	۴۴
۲۲	واقفہ کربلا	عالمجناب پروفیسر نواب علیہ صاحب سابق وزیر تعلیمات جوگڑہ	۴۹
۲۳	دھنی شہادت نامے	عالمجناب مولوی نصیر الدین صاحب شمس منشی فاضل مفت خط کتابت	۵۳
۲۴	نئے حضرت امام حسین کیا دیتے ہیں	عالمجناب ڈاکٹر نجم الدین احمد صاحب جعفری	۵۷
۲۵	کربلا کے معتمد والدولہ	عالمجناب شیخ مصدق حسین صاحب یڈ وکٹ لکھنؤ	۵۹
۲۶	حسین کے قدموں میں عقیدہ کے پھول	عالمجناب حکیم شرف الدین صاحب شرف احمد آبادی	۶۳
۲۷	سلام	حضرت شہدائید لکھنوی	۶۴
۲۸	کیا ائمہ معصومین شریک مجلس پڑھتے ہیں؟	عالمجناب مولانا سید نجم الحسن صاحب قلعہ کراوی ازبہار	۶۵
۲۹	کیا رونا جائز ہے؟	عالمجناب سید شمیم حیدر صاحب نعیمی ریٹائرڈ ڈپٹی ناظم فنانس	۶۸
۳۰	حیثیت اور دنیاوی مذاہب	عالمجناب پنڈت دیاس دیو صاحب بھرا ایڈوکیٹ دہلی	۷۰
۳۱	شام خرمیاں	عالمجناب مرزا فدا علی صاحب خیر لکھنوی	۷۳
۳۲	نظم	خان بہادر سید احمد علیہ صاحب بہادر پنڈت	۷۹
۳۳	راس الحسین	عالمجناب مولانا کاظم رضا صاحب دلا فاضل شہنشاہی لکھنؤ	۸۱
۳۴	رزق گاہ کربلا	عالمجناب مولانا محمد مختار صاحب صدرالافتاح فاضل	۸۲
۳۵	سلام	جناب چودہری سید شریف الحسن صاحب بہادر	۸۷
۳۶	"	جناب چودہری سید نظیر الحسن صاحب بہادر فوق	۸۸
۳۷	موت و شہادت	جناب سید اکبر سلطان صاحب جعفری پیرسری	۸۹

باسمہ بجاہ

## الواعظ

ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۴۶ء

اے کہ چاہئے! کہ علم انہوں سانیکل **حد و ذاکری** کون جیتا ہے تیری زلف کے سر پہ تو سبک

(تیسری اور آخری قسط)

تلك حد ودالله ومن يتعد حد ودالله فقد ظلم نفسه

ہم نے یہ دیکھتے ہوئے کہ مذہبِ نبویہ کا اساس عباداری پر قائم ہے اور خدا کا نخواستہ ایسا نہ کہ ہماری مجلس تجدید پسندی سے افراط و تفریط کی نذر ہو جائے گئے۔ دو سال سے ذاکری کے تحفظ کی ضرورت محسوس کی اور صد و ذاکری پر ڈرتے ڈرتے قدم اٹھایا۔ صد لے بند نصیحت ہمیشہ تلخ معلوم ہوتی ہے اور صلاحی کا دامن ملنے کے لئے دنیا تیار نہیں ہوتی۔ مگر یہ خلوص مشورہ رائے گاہ بھی نہیں جاتا اور فاضل اور عین دلیل انتر کر کے رہتی ہے۔ اوجہ حقیقت کا وجود جب کسی شکل میں بھی پیش نہ کر دیا جائے طبع سلیم قبول کرتی ہے۔

صلاح کا ٹکڑا اٹھانے والے کا مایوس ہوتے ہیں اور قوم ساتھ دیتی ہے، اس اقدام کے بعد ناجیزہ مدبر کو ہمت افزائی کے جو خطوط موصول ہوئے اور شری جوائڈ فاسطی علمی مقام کو اپنے اجملات میں نقل کر کے قبولیت کی جو عملی سند دی اس کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنے کے بعد آخری دستخط بھی حاضر ہے۔

اس مضمون کے مطالعہ کے سبب بتایا ہو گا کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ذاکری کے کیا حدود ہیں ضرورت تو اسکی تھی کہ عباداران سید الشہداء روحی فداہ اس مضمون کو کتابی صورت میں چھپو اگر تمام دنیا کے عباداروں میں مفت تقسیم کرتے۔

اصلاح کی حقیقی لذت اور مستقل فائدہ تو جب ہی حاصل ہو سکتے ہیں جب ہماری گزردار واد سالہ کے صفحات سے مستجاد ہو کر مستقل حیثیت میں آجائے تاکہ ہر روز، اغانہ میں ذاکری حدود کے مطابق ہوا اور ہر بار سوم و نوین جو ہلاکت کی طرف لے جا رہے ہوں ان سے یکھم علم کی اختیار کرنی چاہئے ذاکری کے وادی پر فاضل قدم رکھنا دشوار ہے اہل قلم زمانہ کی گونا گوں ذہنیت اور ذاکروں کو مختلف انداز میں بحث کرتے دیکھ کر بڑی ضرورت تھی کہ جدید و مقررہ کیے جائیں



یہ حق ہو کہ کوئی کرم کا عمل ہو اجنبان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث ابو ذر میں فرمایا ہے قتل لحدت و انکساکات  
متراد کلا تخف من اللہ لوصۃ لا تم (مکارم اخلاق طبری) یہ حدیث بات کہہ کر کچھ دن پہلے بھی کیوں نہ معلوم ہو۔  
جناب امیر المؤمنین کا ارشاد ہے کہ میرے بھائی محمد خدا کی ایک تلوار کے قبضہ پر لگے ہوئے دیکھا۔۔۔ صلی من قطعک و قتل الحی  
و لد علی نفسک (مجموعہ ورام ص ۱۲۳) جو قطع رحم کرے اس کے ساتھ کبھی اچھا سلوک کر دے اور حق بات کہہ کر اگرچہ تم خود بھی  
اسکی زد میں کیوں نہ گئے ہو۔

**ذاکرین کی ذہنیت کا جائزہ** بعض محدود معلومات اور محدود خیال کے ذاکر یہ سمجھتے ہیں کہ انکو منبر پر جا کر  
صرف فضائل بیان کر نیکیا حق ہے مگر غلط فہمیت کے قریب بھی نہ جانا چاہئے اگر مومنوں و دلوں عزائم کی قید و  
بند سے اپنے تئیں برتر سمجھ کر وہی متقی و سچ آموختہ دہر لقمے میں اور حدیث ذینو احوال السکر سے ہتھ لال کرتے  
ہیں ان سے کون پوچھے کہ اس حدیث سے یہ کمال ثابت ہے کہ فضائل کے سو کوئی اور اخلاق تاریخی علمی بحث ممنوع  
ہے یہ نامکن ہے کہ کھائے و عظیم جب منبر پر جائیں تو وہاں تقریریں کوئی ایک گونہ فضائل کا نہ تھائے اور ہر ذکر  
فضائل ہو اور حدیث پر عمل ہو گیا، یا کم از کم غیر متعلق موضوعات پر تقریر کرنے میں  
اگر اس مضمون کی انکی دستاویز  
کے لئے وہ کافی نہیں ہے۔ یہ مسئلہ حقیقت و کھنا جانتے ہیں تو ایک دوسرے  
اگر دل منزل عرفان تک نہیں پہنچا ہذا روئے می آؤر وہ نہ کر دیکھتے گذشتہ  
سال کا محرم منبر حاضر کر دیا  
اگر یہ نظریہ صحیح ہو تاکہ ذاکر کو منبر پر جا کر  
صرف فضائل پر معنا چاہئے تو علامہ شیخ جعفر تہذیبی

کے تقریرات فوائد الشاہد و مفتی علامہ جناب مولانا سید محمد غنی صاحب قبلہ کے منابر اسلام پر قلم نسخ پھیر دیا جاتا  
اس قسم کی ذہنیت کے ساتھ افسانہ نگاری کی ایک دبا پھیل رہی ہے ظاہر نظر میں تو اسکو ذاکری سے کوئی تعلق  
نہیں ہے اسکا اختیار اہل قلم کو جھگٹنا پڑ رہا ہے شخص محسوس علمی مضامین نہیں پڑھتا افسانہ میں دل لگتا ہے۔  
لیکن فی الحقیقت اسکا فردا ذاکری پر بھی ہے اور عوام کو قرآن و حدیث سمجھ کر منبر پر دہراتے ہیں کبھی انکے خود ساختہ  
نظریات سے استدلال کرتے ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

اس میں کیا ہوتا ہے؟ یہ سوال بالکل بیکار ہے ایسے مقالات جیسا کہ سامنے ہیں تو ہم سے کیوں پوچھتے  
ہیں اور اگر آپ فرض تشریح نہیں کر سکتے تو ہم سے سنئے اصلیت اور حقیقت کچھ کہہ کر ادب نگاری کے کمالات کا دل کھول کر  
مظاہرہ ہو تو اسے تاریخ سے اعلان جنگ، حدیث سے جھگٹ پیکار، عصمت پر ضرب، دوسرے کو فروغ۔ ایک جملہ کو  
افتر کر دینا اور نئے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے کاش۔۔۔ زبان حال کی لفظیں استعمال کر کے عمدہ براہوں جیسے بعض  
فارسی تعالیٰ کا رویہ ہے، لیکن زبان حال کا فقرہ انکی سخن نگاری میں نہیں لگا دے گا اس طرز کے موجد بیباک

صاحب مابلی حضرت عباس کی رخصت کے محل پر اُن کا یہ ارادہ ظاہر کرتے ہیں :-

”اجازت نہ لی تو کسی پاز سے سر نہ کر اگر جاؤنگا اور میں دُوب مرونگا۔ (اختیار شیعہ لاہور مجرم سنہ ۱۳۵۸ء ص ۲۷)

اس لڑکھارشی میں پہلا بیع پہلا اجازت کا حامل نہ ہوا ہے، جب نصرت امام میں جہاد واجب تھا تو پھر اجازت نہ ملنے کے کیا معنی، دوسرے جناب عباس کی وہ بلند و بالا شخصیت جس سے غلات عصمت کوئی فعل سرزد نہیں ہوا وہ خود گشتی ایسے بہیمانہ فعل پر تیار ہیں سخت نفوس اور انتہائی تعجب کی بات ہے کہ جناب عباس دریا میں نہ گئے یا سر چھوڑ ڈالنے کا ارادہ کریں۔ عوام کو ایسے غلط اور مذہب شکن تخیلات سے پرہیز کرنا چاہیے اور شان عصمت و طہارت کا ابقاء و ذکر کا پہلا فرض ہے اس قلبی آزدی کے خطرات بہت ہیں جب یہ امر اس سے زیادہ بحث نہیں کر سکتے جب قریح ہی اٹھ گئی غالب کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی

عراق کے ایک محتاط عالم کا رویہ اہل علم بیان کرتے ہیں کہ ذاکر نے واقعات معائب بیان کرتے وقت امام حسینؑ کی زبان زینب زینب دومرتبہ کہا تو آپسے قہر کو دنگاہ سے دیکھ کر فرمایا :- ”پائین بیائے فاسق حضرت دوبارہ یازینب نہ گفتہ“ اے فاسق منبر سے اُترا امام نے دومرتبہ زینب نہیں کہا۔ اہل علم اپنے فرائض کو خود سمجھتے ہیں اور ان کو بسا اوقات ٹوک دینے کی ضرورت ہوتی ہے کیوں اسلئے کہ ورام بن ابی فراس علیہ الرحمہ مشہور شیعہ عالم کی زریں رائے ہے :-

قد ثبت بالدلیل العقلی والافتی ان الراضی بفعل الحسن شریک فی احسانہ والراضی بفعل السعی شریک لہ فی اسائه من جهة اللدح والذم والا جروا کوثر (مجموعہ ورام)

حققی اور نقلی دلیل سے ثابت ہے کہ کسی نیک شمار کے افعال پر راضی رہنے والا اُس نیکی میں شریک سمجھا جاتا ہے اور گنہگار کے کسی فعل پر راضی رہنا اُس گناہ میں شرکت کرنا یکساں ہوتا ہے۔

ہمارا یہ مقالہ اسی نظریہ کے تحت میں ہے اور گذشتہ اقتدا میں جن پابندیوں کا تذکرہ کیا ہے وہ کل حکام ائمہ سے ماخوذ ہیں۔ روضہ خوان کو غلط بیانی، انحراف، مبالغہ سے اپنا دامن بچانا اور ضروری ہے اور مجالس میں سادگی، سچائی، خلوص، معظہ و نصیحت، فضائلِ اہلبیت، تعلیماتِ ائمہ، درود، گریہ و بکا کا ہونا ہی مجلس کی صحیح رواں ہے بزمِ صحبت کو کشتِ زعفران بنانا ہرگز مجلس کا مفاد نہیں ہے۔

وَرَأَى حَمِيدَ الْكَوَاكِبِ لَا تَفْرَحُ أَنْتَ اللَّهُ لَا يَجِبُ الْعَزَّاجِينَ۔ قصص چہ فرحت و انبساط کی زندگی بہتر ہو خدا خوش و خرم رہنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

یا ذیبتنا مال ہذا لکتاب کا مینا در صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاھا۔ چپ ۱۸

ہائے کاہنہ شامت یہ کسا کبتہ ہے نہ چھوئے ہی گناہ کو بے تکبر کئے چھوئے نہ بڑے گناہ کو مگر یہ کہ راجع الی

حادی ہے یہ نامہ اعمال کی دعوت ہے جس نے انسانی زندگی کے ہر اقدام کو گھیر لیا ہے حدیث میں ہے کہ صغیرہ سے مراد مسکراتا اور کبیرہ سے اشارہ ہنسنے کی طرف ہے (مجموعہ درام) ذکر کریں کہ مزاج چاشنی سے دور رکھو یہ یارب وہ نہ کچھ ہیں نہ کچھیں گے میری بات : دے اور دل انکو جو نہ کچھ کوزہ پاں اور  
کوشش کرو کہ ہماری مجلس میں کاتبان اعمال آہ و بزاری نالہ و پیاری کے گواہ ہو کہ قلم اٹھائیں اس قسم کی تمام کمزوری اُسوقت دور ہو سکتی ہے جب منبر کو منبر رسولؐ کھ لیا جائے۔ سبز بنیاد کی جگہ ہے انکے حقیقت افروز موعظا سبھی پر ہوتے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ اور منبر سیرت نلیل کو زندہ کرنے والے محمدؐ و آل محمدؑ ہیں اور انکو اپنے سلف صالحین کے کارنامہ کو ابھارنے میں خاص شخص تھا اور بنو ناہی چاہئے ہر صانع فرزند اپنے آبا و اجداد کے نام کو باقی رکھنے کا دلدادہ ہوتا ہے قرآن نے داتبعوا ملة ابراہیم حنیفاً کما کانت عروہم میں اس کو زیادہ کچلی پیدا کر دی مرسل نے شبہ اچانک حضرت کو منبر پر دیکھا اور امت سے اسکی ترجمانی کی۔

جب مجھے شبہ معراج آسمان پر لگنے اور میں تیسرے آسمان پر پہنچا تو ایک خبر نوید میرے لئے نصب کیا گیا اور میں منبر کے عرش پر بیٹھا اور حضرت ابراہیمؑ مجھ سے ایک درجہ بہت دوسرے زین پر گئے اور تمام انبیاء و رسولین منبر کے گرد جب جمع ہو گئے تو اسوقت علیؑ کی سواری اس طرح نکلی کہ وہ ایک نائین پر سوار تھے اور چہرہ ان کا چاندی طرح چمکا تھا اور وہ اب انکے ستاروں کی طرح چمک رہے ہوئے تھے، حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اے محمدؐ یہ کوئی خدا کا قابل تعظیم نبی ہے یا مقرب بالگاہ فرشتہ۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا یہ نہ خدا کا نبی ہے نہ فرشتہ یہ میرا بھائی اور چچا کا فرزند اور دادا دایرے علم کا درختہ دار علیؑ بن ابیطالب ہے حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا یہ کون کلمہ میں جو تاروں کی طرح انکے گرد ہیں فرمایا یہ انکے شیعوں میں خلیل اللہ نے خدا کی بارگاہ میں عرض کیا اللہ صراحہ لینی من شیعۃ علیؑ بارگاہ مجھے شیعان علیؑ میں قرار دے مرسل کا ارشاد ہے (اس دعائے خلیل کے بعد) جبرئیل امین یہ آیت لائے (ان من شیعۃ کا ابراہیمؑ مجمع البحرین و مطلع الزین تحت حدیث لفظ شیعۃ ص ۳۸ مطبوعہ طران ۱۳۳۶ھ)  
اگر دنیا میں خلیل اللہ نہیں نشین نوئے تو آسمان پر انھیں منبر پر چکر نہ ملتی۔

جناب داؤدؑ اور منبر خدا کا وہ نبی جسکو خطیب الانبیاء کہا گیا ہے وہ منبر پر عطا نصیحت میں مصروف ہے اور اپنے وحی آموز کلمات سے امت کو راہ ہدایت دکھا رہا ہے اُنکی مقدس زندگی کے لحاظ ختم ہو رہے ہیں اور آئندہ کیلئے رب لعزت کے ایما سے تسلیمان کو خلافت دے چکے ہیں اسرئیل کے سین رسیدہ عابد اور دنیا کو ترک کئے ہوئے  
لاہب اس انتخاب پر راضی ہو کر عرض کرتے ہیں اور خود ہی ہمایہ تر کیا کہ ہم تسلیمان سے ایک سلسلہ پوچھتے ہیں اگر انھوں نے صحیح جواب دیا تو وہی آپ کے بعد خلیفہ ہونگے تسلیمان نے جواب دیا سلونی وما لوفیق الا باللہ

باجو مجھ سے میں جو کچھ نہو نگاہ توفیق از روی کا اثر ہو گا نفل اللہ ما الشئ الذی اذا صلح صلح کل شیئ من الانسان واذا فسد فسد کل شیئ من الانسان فقال هو القلب علی ابنی اسرئیل نے کہا وہ کون شیئ ہے جو اگر صالح رہتی ہے تو انسان کا پورا جسم صالح رہتا ہے اور اگر فاسد ہو جاتی ہے تو پیکر انسانی فاسد ہو جاتا ہے، سلیمان نے جواب دیا وہ دل ہے اور جریر طبری مشہور مورخ اس مقام پر فرماتا ہے۔

فقام داؤد فصعد المنبر فحمد الله واثنى عليه ثم قال ان الله تعالى امرني ان استخلف عليكم سليمان۔ (تاریخ طبری حالات سلیمان ص ۲۷۷) حضرت داؤد اٹھ کھڑے ہوئے اور منبر پر جا کر حمد و ثناء کی بجالائے اور فرمایا کہ مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میرے تئیں سلیمان کو خلیفہ بناؤں۔

انتخاب خلافت کا اعلان منبر ہی پر مناسب تھا اور یہی پابندی نے غالباً پیغمبر خدا کو غدیر میں جہاں کہ منبر نہ تھا بالان شتر کا منبر بنانے پر مجبور کیا۔

جناب سلیمان اور منبر صفوں مرسلین میں تحت و تاج کے نالک حضرت تئیں ان کے لئے بھی منبر پر جانے میں سطوت ذاتی بڑھتی تھی مورخ طبری کا بیان ہے وکان یوضع له منبر من ذهب فی وسط البساط فیقعد علیہ وحولہ ثلاث الاف کرسی من الذهب والفضة (تاریخ الامم والملوک ص ۲۷۷) تئیں ان کے لئے ایک ملائی منبر بنا کر کے بیچ میں رکھا جاتا تھا وہ اس پر بیٹھتے تھے اور گرد اس کے تین ہزار کرسیاں سولے چاندی کی ہڑا کرتی تھیں۔ اس سے یہ بھی واضح ہو کہ منبر کی جگہ وسط مجلس ہے۔ جناب سرور کائنات اور منبر قیامت کے دن جناب سو خدا اصلی اللہ علیہ السلام بھی منبر پر تشریف رکھتے ہو گئے خود آپ کا ارشاد ہے۔

اذا کان یوم القیامة ذهب الی ابراہیم منبر عن یمین العرش وذهب الی منبر عن شمال العرش ثم یدعی بکرسی عال یزہر نوراً فی نصب بین المنبرین فیکون ابراہیم علی منبرہ وانا علی منبری ویکون اخی علی علی ذالک الکرسی فمادائت احسن منه حبیباً بین الخلیلین (تاویل الایات الظاہرہ) ترجمہ۔ جب قیامت کا دن آئے گا تو حضرت ابراہیم کے لئے عرش کی داہنی طرف ایک منبر نصب ہو گا وہ بائیں طرف میرے لئے دوسرا منبر رکھا جائیگا اور درمیان میں ان کے ایک بہت بلند کرسی بچائی جائے گی جس سے نور سامع ہو گا ابراہیم اپنے منبر پر ہونگے اور میں اپنے منبر پر ہو گا میرے بھائی علی اس کرسی پر ہونگے میں اس حبیب زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا جو دو خلیفوں کے درمیان بیٹن کا شبیم علی اور منبر عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردت ذیلہ اسری الی السماء الرابعة فاذا المملک جالس علی منبر من نور والملائکة تحرق به

فقلت یا جبرئیل من هذا الملك قال ادن منه وسلم عليه فدوت منه وسلمت عليه فاذا  
 باخی وابن عقی علی فقلت یا جبرئیل سبقتنی علیا الی السماء الرابعة فقال لی یا محمد لا ذلک  
 الملائکة شکت جها علی فخلق الله هذا الملك من نور علی صورته علی فلاملائکة تزوده فی  
 کل لیلۃ جمعه و یوم جمعه سبعین مئة یسبون ویقد سمون الله ویهدون ثوابه لبحی  
 علی (اخرجه عبد الله بن یوسف الکلبی السافی) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے شب معراج جب ہم چوتھے آسمان پہ لائے گئے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک فرشتہ نور کے منبر پر  
 بیٹھا ہوا ہے اور تمام فرشتے اس کے گرد حلقہ زن ہیں میں نے جبرئیل سے کہا یہ فرشتہ کون ہے جبرئیل کہنے لگے آپ اس کے  
 پاس جا کر سلام کریں ہم اس کے پاس گئے اور سلام کیا، کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ہمارا بھائی اور ابن عم علی ہے مجھے جبرئیل  
 سے کہا کہ کیا تم مجھے پہلے علی کو چوتھے آسمان پر لے آؤ جبرئیل کہنے لگے یا محمد انہیں، مگر فرشتوں نے علی کی  
 محبت سے شکایت کی عقی میں حذرے تعالیٰ نے نور سے اس فرشتہ کو علی کی صورت پر پیدا کیا میں ہر شب جمعہ  
 اور روز جمعہ کو فرشتہ شہر تہ اسکی زیارت کرتے ہیں اور خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور اسکی پاکی بیان کرتے ہیں اور  
 اسکا ثواب علی کے مجتوں کو پہنچاتے ہیں۔ (انرج الطالب ص ۲۰)

یہ منظر اور حقیقت ایک مجلس کی حثیت رکھتا ہے جو عالم بالامیں آنکھوں دن منعقد ہوتی ہے شب جمعہ  
 کی مجلس کی تائیس اسی بیان سے ہے۔

علیؑ کے کرام اور منبر اہل علم کمالات انبیاء کے وارث ہیں اور العلماء و رتہ الانبیاء مشہور حدیث ہے  
 اسلئے خلاق عالم علم کی تکرار کرتے ہوئے علم کو بھی منبر پر چڑھا دیا سوا عظمت کے امام خوالدین ماضی تغیر کو نہیں  
 دیکھتے ہیں :-

ابن عمر مرفوعاً اذا کان یوم القیامۃ حفت منابر من ذهب علیہا قیاد من فضۃ منضد  
 بالذہب والیا قوت والزمر و جلاہا السندس والاسد سرق ثعبانادی منادی الرحمن ابن من  
 حمل الی امة محمد علیاً یرید بہ وجہہ اللہ اجلسوا علی ہذا المنابر فلاحون  
 علیکم حتی یدخل الجنة (مناہج الغیب جلد اول چار پھر ص ۲۸) خلیفہ نادر نے اپنے سلسلہ سند سے  
 روایت کی ہے کہ جب روز قیامت ہوگا تو طوائف منبر چاندی کے قعبے بنے ہوئے اور ان میں یاقوت اور زمرد  
 اور موتی جڑے ہونگے نصب کئے جائینگے اسکی پیش سندس اور بہرق کی چوکی چھراک منادی بجا کر کہے گا  
 کہ کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے امت مرحومہ کو علم پہنچایا اور اس خدمت کو بڑے خلوص سے انجام دیا وہ  
 آئیں اور ان بہرہوں پر ٹھہریں ان پر قسمی تم کا خون نہیں ہے وہ سب طرح بہشت میں پہنچیں گے۔

شیخان علیؑ اور سید اہل علم و سیر و کرامت کو کئی نوجب نہیں ہے جو محبت الہیت بھی نظر قدرت میں اس قدر باعوت

ہے کہ قیامت کے دن مدت دران الہیبت کو بھی اس بلند منزل پر پہنچا جائے گا۔ مناقب ابن مغازی اور مناقب  
 اخطب احمد و سلمۃ التقدیر اور کلمات لطالب اور الاکتاف فی مسائل الخلفاء اور کتاب اشعار و شرف النبوة میں ہے  
 عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی انت غدا فی الآخرة  
 اقرب الخلق منی وانت علی الخوض خلیعتی وان شیعۃک علی منابر من نور مبینۃ وجہہم  
 حولی اشفع لہم وکونون فی الجنة جیرانی (از رجح المطالب باب ۴ صفحہ ۷)

جاہل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب سید المرسلین علیہ السلام نے جناب میر سے فرمایا یا علی تم کل قیامت کو سب خلقت سے زیادہ میرے قریب اور عرض کو تر پر میرے خلیفہ ہو گے اور تم کے شیعہ نور کے منبر پر بیٹھو وہ میرے لہو گرد ہوں گے اس کی شفاوش کرو دنیا و جنت میں میرے پیروں میں ہونے سے معلوم ہو کہ منزل نبیاء و اوصیاء اور خلائق عصمت و طہارت کی جگہ ہے اس کی عزت و اکرام، و اعلیٰ مرتبہ الہیت کا ہر فرض ہے یہاں چونکہ حکام الہی و سرور معصومین و حقانین و سب کی ترجیحانی میں چوک چوک کے قدم رکھنا چاہیے۔ اور ایسا انوکھے حرمت منبر فاضل نہ ہو۔

امید ہے کہ میرے ان خیالات کو اہل منبر زینتِ فکر کہیں گے میں نے جو کچھ حوالہ دیا ہے وہ الہامِ مستوحہ ہے جس سے میرا فانی کوئی فائدہ نہیں ہے اگر اس جرأت پر غلبہ کوئی دیرودہ دہن بھی کرے گا اللہ تعالیٰ کی اہمیت دیکھتے ہوئے تجھے کوئی عذر نہ ہوگا۔

مآلب برانہ مان جو واعظ اُتر لکے  
ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

**خاتمہ بیان** ہر واعظ اور ہر حکم کا ختمہ بیان واقعہ کر بلا سے مرتبط ہو گا اور اُن کے لفظوں میں روح و درجہ لگی ہو نہ ہو۔ اور  
ہر عین سخن سے واقعہ کر بلا مرتبط ہو سکتا ہے اور ذکر اور کلام ہے تو عرش سے فرش تک سامان و زمین و آسمان ہر چیز  
سے واقعہ کر بلا کی یاد تازہ ہو سکتی ہے اور کائنات کا کوئی ذرہ نہیں جس سے غم عین کا جوڑ نہ ہو۔

نباتات، حیات، حیوانات دنیا کوئی قطعہ لیا نہیں جس پر کوئی کرتہ ہوئے ربط مصائب ہو زمین کے محلات میں ارض کریمہ کا شرف خاک تربت کی خصوصیت یاد آجاتی ہے، اگر دلوں کے حال پر تقرر ہو تو سر حسن کا شاخ و جست میں آویزاں کرنا، اشجار سے خون تازہ جاری ہونا، اگر پائیل پر کوئی بجائے تو معصوم کا ارشاد انا للربال فخطعت وانت ثقت بہا لاشک ہو گئے اور پتھروں سے خون ابلتا، پتھروں سے زندگی میں جین مبارک پر حملہ آور بدرشتادت دندان مبارک پر تھپہ کی چوٹ اداں حجام کی لٹاؤ بی، ایک مخدرہ کا دامن کوہ میں قائم ہونا یا بیان کیا جا سکتا ہے، زیورات پر جن کامر کو معدنیات میں اگر لنگھ کر تو قصہ رس امام کا کسی منزل پر عظام است سے ایک

یہ تم کے لئے لکھوئے خریدنا، اور کسی ظالم کا بیداری  
 میں پھر جاتا ہے، سونے کا ذکر تو مجلس یزید میں پشت طلا سنانے اب  
 کوئی اور وہ خام جو علی اکبر کو عطا ہوئی اور وہ انگوٹھی جو بکری نے چراتاری یاد جاتی ہے یہ امانات کا تذکرہ کیا جائے  
 تو صنف حیوان میں ہر طبقہ حیثیت کو یاد دلاتا ہے، حشرات الارض میں ارد گرد کا زندان خاتم میں انصار ہمدردی  
 اسیروں کے قدموں پر ہونا، ابن زیاد کے سر میں سوراخ یعنی سے سانپ کا داخل ہونا اور پھر کلکان چوٹیوں کا عشر  
 کے دل بے تاب و داندہ رہنا حیثیت ایلوان دیمری اجیزہ جانوروں میں حضرت اسمعیل کی ذبیہوں کا روز عاشور  
 نرات سے پانی نہ پینا، حضرت عیسیٰ کے وقت میں کر بلا چوٹ کا جوان صحرانم حنین میں حصہ لینا صحرانم شیر کا  
 صرت اس گھر کی ایک خادمہ کے آواز دینے پر حفاظت کے لئے انکل آنا تاریخی حقائق ہیں، پرندوں کے باب میں  
 خیر غراب، اباہیل کا پر اگندہ، فاطمہ آزاد خصال، کیوتروں کا ایک ایک سمت سلیمان کر بلا کی سنانی لیکھا تاہم کا  
 اباہیل کو چھوڑ کر صحرانم رکھنے میں رہ کر رونا، گھوڑوں کی وفانا توں کا ماہ کو نہ میں ایک دوسرے سے سفارش کرنا  
 کہ ہمارے پشت پر ہنسی زادہ ہیں کون نہیں جانتا۔

انسانیت پر گفتگو ہو تو سر، چپائی، رخسار، کان، چشم، ہر دو حواس، دندان، گھو، سینہ، بازو، کلائی، ہاتھ  
 پہلو، کمر، پیر، غرض میں پہلوئے مصیبت نکل سکتے ہیں، اٹھنا بیٹھنا قیام سونا جاگنا واقعہ کر بلا کو یاد دلانے غیر ذرے کا  
 اسکے علاوہ انسانی عمر کے تغیرات میں بچپن پر بحث ہو تو علی صغر طولیت پر بحث ہو تو عبداللہ بن حسن فوجانی پر تبصرہ  
 ہو تو قاسم شباب پر گفتگو ہو تو علی اکبر پر ہی پر بحث ہو تو مصیب بن مظاہر اسدی اگر حسن پر بحث ہو تو قاسم شرمین پر  
 روشنی دالی جائے تو کس مجاہدوں کے بجزیرہ رجز اور چار برس کی لڑکی کا نوہ سے

مات الفخار ومات المجدود والکرم  
 معجزہ ہے شہید کر بلا کی عظمت واقعہ بار کا  
 واغدت لارض والا فاق والحرم

## مسلم ریویو

مدرسہ ظہین جب سے قائم ہوا اس کے خدمات کی ترجمانی الوداع اور سلم ریویو و دیگر میں کی متفقہ کوشش سے ہوئی  
 رہی لیکن سلم ریویو کے بندہ جو جانے سے ہمارے بازوؤں کی قوت ختم ہو گئی تھی اور الوداع کی ذمہ داریاں اٹھانے عالم میں  
 جدوجہد کرتا تھا خدا کا شکر کہ جدید انتظامات میں سلم ریویو پھر میدان عمل میں آیا اور ملک کے قابل ترین اہل قلم  
 ایس ایس علی صاحب معصومی ایم اے بی ایل ایف بی ایس ایف او آکر ایس ایم جی آئی (لندن) کی فاضلانہ  
 ادارت میں نکل رہا ہے اگر آپ مذہب و ملت کے لئے اگر تری ترجمان کی ضرورت محسوس کرتے ہیں تو ہر گھر میں

مسلم ریویو کو پہنچا دیجئے ہم اپنے معاصر کے پرچوش خیر مقدم کے ساتھ قارئین کرام سے سفارش کرتے ہیں کہ جہاں تک ہمز پرالوا عطا نظر آتا ہے وہاں میں وہاں مسلم ریویو بھی آپکے سامنے ہے۔ آپ کو یہ معلوم کر کے اور زیادہ مسرت ہوگی کہ سابق انڈسٹریل ریویو جناب سید عابد حسین صاحب نے اسے ایڈیٹ کیا تھا۔ یہی رکن ادارہ ہیں اور ان کے تعلق کو باقی رکھا گیا ہے لہذا مسلم ریویو کی پالیسی کا تحفظ اور اس کے نشو و نما کا بقا یقینی ہے۔

اس پر آشوب دور میں کہ جب ہر سمت نفسی نفسی کا عالم اور دہریت و ادایت کو عروج ہے کوئی مرد باخدا اصل کا میٹھا ٹھائے تو دشمن ہلام طبعہ گدی سے زبان کھینچنے کو تیار ہو جاتا ہے برخلاف اسکے کہ کوئی متباد مذہب کے نام پر بے نرمیہ جال بچھائے تو ہم جو حق و رجحان اسکے پیچھے پہنچتے ہیں دنیا بھر کے مل باطلہ اپنے نوازیدہ مذہب کو عالمی ہونیکا لباس پہناتے جاتے ہیں اور ہم ہیں کہ جبکہ خدا کی طرف سے مطابقت حضرت مذہب ملاتھا اسکو اپنی فضلت اور جڑ سے قمر گننامی میں ڈال دیا ہے، مغرب کی با اقتدار حکومتیں جو باطل کی شیعہ ہو رہی ہیں ہکوکو میتی جلی جا رہی ہیں اسوقت مسلم ریویو کو طاقتور بنا نا آپ کا چلنا فرض ہے کیا اچھا ہوتا یہ کمزور آواز دہرے کی چار دیواری سے بلند ہو کر دنیا کے تمام گوشوں میں پھیل جائے۔

## فاتح خیر

جو مضمون نامہ ننگا الفیہ امر شرکیہ میں کئی قسطوں سے چھپ رہا تھا اور عرض نے جناب یوحنا دینے کی بھی ناکام کوشش کی تھی اب یہ نقد تبصرہ ہم مجھے کہہ رہے ہیں کہ چلے اور کئی اشاعتیں گزر رہی ہیں معترض نے جواب نہیں دیا لہذا ہم اس سلسلہ کو ناتمام چھوڑتے ہیں الا عطا ہیئہ دافعان جدد جہد کر تلے ابتداء جنگل میں کا شیوہ نہیں۔

**بخور اطمین** عمة الاطباء حکیم سید محمد صاحب دارالصوت سرے مایا خواں لکھنؤ کا ایجاد کردہ ہے جو پاک اور ملی اجزاء سے تیار کیا جاتا ہے اسکی خوشبو بانداری اگر کی تینوں سے بہت زیادہ اچھی ہے شمع اسی کو کہنا صحیح ہے لکھنؤ کے امباہر دل اور عزیز خانوں میں مجالس عروا کے وقت سلگا یا جاتا ہے عروا اور ان سید الشہداء روحی فداہ کو عظم الحرم کے لئے یہ تحفہ ضرور خریدنا چاہیئے۔ ہر شے کی گرانی کی وجہ سے فی الحال عتقہ فی سیر نہ رخ پر حاصل ہو سکتا ہے۔

**معذرت** جن ابلی قلم کی خدمت میں درجہ کی طرف سے طلب مغرب کیلئے بذریعہ طور عرض کیا گیا تھا اور وہ ہفتہ کی معیاد دی گئی تھی لیکن مضامین قلم ذرا سلسلہ ایسا ہی ہوا اور عوامی معلوم ہوتا ہے کہ جائزیت میں مضامین آتے رہینگے اسے صحرا کے بلند پایہ قلمچا ہے سو قلم دستہ پر سپر کی عجیب و غریب کو جو قلم کوئی ایسا نہیں کہ جسے میں نے نہیں دیکھا کی افادیت سو قوم کو ملطف اندوز نہیں کیا جاسکا جانتے ہیں اور مولانا سید محمدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحبہ جامعہ غازی آباد نے فرما کر اپنا بلند پایہ قلم لکھ دیا اور دیگر حضرات کے مضامین بھی دیکھ کر کیا کام لیا اور قلم کی خدمت سے ہٹا کر ان کے مقالات بعد از موت ہونے کو نہیں ہوگا قلمچا جو ہوتا ہے اندازہ جو میں ہم مضامین ہوں



# اسلام اور حبس

اوسید اللہ علیہ السلام نے قائم اللہ علیہ السلام کی ہمدی صاحب کی نوبی صمد اللہ فاضل دامت علیہ  
بانی اسلام علیہ السلام ۶۷ھ میں پیدا ہوئے بچپن کی شبی نے پہلے دوا کو پھر چاکو کو مرنے نہایا۔ جوان ہوئے تو  
صدق دینانت و قادات انت ایسے صفات حمیدہ اور اعلیٰ کمالات دباں زند خلان ہو گئے۔ جبکہ کچی سچائی کا  
ہر قلم پر بیخبر کیا تو چالیس برس کے سن میں ولایت خلق کے ذمہ دار بن گئے۔ اعلان حق کے بعد پڑی کد و  
کاو فی سے ایک قلیل جماعت حلاوت ایمان سے محفوظ ہوئی اور باقی تمام گمہ گی آبادی تلخ کام پھر خون کی  
پیاسی ہو گئی ۶۷ھ ہجرت میں آپ کے تابعین ہجرت حبشہ پر مجبور ہوئے مگر آپ کہہ دیں میں مافوق التصور اور ناقابل  
تخل مصائب جھیلے رہے۔

اسلامی کشمکش سے متنی نقد اور مسلمانوں کی بدھستی گئی اتنی ہی جہاں عرب و کفار قریش کی آتش خدا و نسا  
شتعل ہوتی گئی۔ ہجرت کے بعد کل تیرہ برس مکہ میں کثرت فرمایا ہے مگر اس قحطی و محبہ کے مصائب کی مثال ایک  
کاکہ تیکس ہزار سو ننا محسوس ہوں گے کہ وہاں میں نہ مل سکے۔ آنسو لے کر زاریاں خدا کیلئے مدینہ منورہ سے  
مکہ مضر پہنچ کر شمع رسالت کے بر دلنے ہو جاتے ہیں اور وہاں ہی میں مدینہ منورہ پہنچ کر سلامی و کلمات کا حق ادا کرتے  
ہیں جس سے رختہ رختہ ہیں اسلام کی تقدیریں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور حق اپنی بلندی کے اعلیٰ حدود تک پہنچنے میں کامیاب  
ہو رہا ہے کفار قریش کیلئے درپے درپے میں مگر خدا کا مہم اور آپ مدینہ پہنچ جاتے ہیں مدینہ کے وہ سال قدیم  
میں اسلام کی وہ شان جو دین الہی کے مناسب اور شانیں شان ہے ظاہر و آشکار ہوتی ہے سید نبوی کی خلیفہ بننے  
خدا کے واحد و قدوس کی خاص عبادت کا آغاز ہوتا ہے اسلامی احکام نافذ ہوتے ہیں اخلاقی تعلیم، معاشرتی جہاد  
درس دینا، عیسائیوں کی حکومت و ہمدردی، مخالفت کی حکمت و ذی ہوتی ہے دین خلوت فی دین اللہ اخراج کا مظهر  
اپنا جلوہ دکھاتے غمت کفر کا فورہ ہوتی ہے اسلام کی تابندہ کرنیں عالم کو منور کرتی چلی جاتی ہیں۔ کفار آخری حربہ  
جنگ کا استعمال کرنے پر آمادہ ہو کر بیتھال اسلام اور اہل اسلام کے لئے بیش قد میان شروع کرتے ہیں نورس کے مومنین  
کسی مرتبہ تو مارا ٹھانے کی نوبت آتی ہے جو ہر مرتبہ رحم کا سہو لے ہوئے اٹھتی ہے اور صلح کا خیال رفیق و مدار کا ہوتا  
بہر حال بیش نظر دہشت ہے عمرہ ادا کرنے کے لئے کہہ کا ادا کرتے ہیں لیکن اٹھائے راہ میں قریش کی جارحانہ آگاہی کی خبر  
پاکو منزل مدینہ میں رک جاتے ہیں اور صلح کر کے واپس آتے ہیں۔ قریش اس صلح کو حضرت کی پہائی سمجھ کے ششہ میں  
شرائط صلح کی خلاف ورزی سے حضرت کو پریشان کرتے ہیں اور آپ مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت کو ساتھ لیکر مکہ پہنچ

جاتے ہیں شہر کے قعر میں اکھاڑے مگر سخت سے سخت دشمنوں کے مقاصد کے لیے یہیں تمام شہریں عام صفائی کا اعلان ہوتا ہے۔ اس جس سلوک سے باغیگان کو اور کفار کی ایک بڑی جمیعت مغرب کو اسلام کے الٹی مذہب بتیگا تو دل سے اعتراف کرتی ہے اس طرح ۱۲ سال کے عرصہ میں مکہ مندر کے قیام کی ہزاروں سالہ زندگی کو ایسا منظور و زندگی ہے جسے آپ نے تلواروں کی چھاؤں میں کاٹا۔ اب یہ دس برس قیام مدینہ منورہ کے جو جنگی کارناموں کے لئے مشہور ہیں ان میں بھی کوئی مثال ایسی نہیں پائی جاسکتی جس میں آپ نے کسی کو مذہبی یا ذاتی یا کسی اور قسم کا نقصان پہنچایا ہو یا کسی قسم کے تشدد اور زیادتی کو برداشت کیا ہو۔ اس تہذیب کے بعد واضح ہو گیا کہ اگر اسلام کی اشاعت تشدد اور سختی کے بغیر ہو سکتی ہے تو خود خداوند قادر و توانا ہی ارکان سلطنت کو منہول و کوہ کر دیتا اور ان کی لازوال قدرت سے خداوند انقلاب کے پادشاهوں بڑے لیکن صورت حال اسکے برعکس ہے۔

یہ نویں صدمہ دینیوں کے لئے اپنے ایک گھر میں کھاتھا کہ یہ غلط ہے کہ اسلام محض تلوار سے پھیلا یا صرف قیام ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے تلوار کبھی نہیں اٹھائی گئی اور اگر مذہب تلوار سے پھیل سکتا ہے تو آج کوئی مذہب تلوار سے پھیلا کے دکھائے۔

مسلموں کو اسلام نے جب تلوار اٹھائی اپنی حفاظت کے لئے اشاعت مذہب کی تلوار سے کوئی ربط نہیں اسلام کے مخالف اپنے خاص کاموں میں یہ سب سے بہت اہتمام سے پیش کرتے ہیں کہ قرآن میں اکثر مقامات پر جہاد کا تذکرہ آیا ہے اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتا چاہتے ہیں کہ مسلمان باوجود مذہب قومیت کے دعویدار ہونے کے دشت و دربریت کے طیف ہیں۔ وہ قرآن کی مدد سے اپنے آپ کو غیر مسلم حلیف کو قتل پر مجبور پاتے ہیں اس لیے کہ ان کے قانون کی کتاب میں اسکے لئے خاص مقام ہیں۔ مگر یہ سب قرآن و تامل کے بعد کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ جو حضرات فئات عرب کی حقیقت سے باہر آدئے معادلات اور ان کی طرف ادا سے واقف اندیشیاں و مسائل قرآن سے آگاہ اندیشیاں کا کام اللہ کے صفائی و مطالب میں گہری فکر کرنے کے بعد دی ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ جہاد کی لفظ قرآن کے مختلف سوں میں اکثر سے لکھی ہے اور ہر مقام پر ایک خاص معنوں میں مستعمل ہوئی ہے۔ کسی دگرشش۔ حبش مشقت۔ دست و طاقت۔ حجاج و استدلال۔ اعمال و معاوضہ اعمال۔ اتفاق مل اکراہ و اجارہ۔ مبالغہ و اصرار۔ انتہائے سعی و جہد و قتل۔ صبر و تحمل۔ عزم و استقلال۔ اول کے معنوں میں بطریق حقیقت اور آخر کے معنوں میں بطریق کمانہ۔ ایسا نہیں ہے کہ ہر مقام جہاد و قتل ہی کے معنوں میں مستعمل ہو۔ جب ایسا نہیں ہے تو صرف اس لفظ کے گوش زد ہوتے ہی خود ساختہ تحریک کی بنیاد پر جہاد جانا بجز غلط فہمی کے کسی دوسری چیز سے تعبیر نہیں ہو سکتا۔ ہر کامی سے انکار نہیں کہ قرآن مجید میں جہاد کا لفظ کہیں بھی عار یا دغا یا تلوار کے معنوں میں مستعمل نہیں ہے اور جنگ جہاد کے احکام مطلق مذکور نہیں ہیں۔ میں اور فرد ہیں اور ہوتا بھی چاہیے تھے کہ قرآن ایک مکمل قانون ہے جس میں دنیا و مافی کی کوئی

ان ضرورت بھی تو گذشتہ نہیں ہو سکتی تھی۔

یہ عجیب منطقی ہے کہ جو بات حق و کمال کی دلیل ہو کو تادم اندیشہ سکود نہا باس پہنائی کی کوشش کریں یا اعتراض بظاہر ان لوگوں کی طبع آزمائی کا نتیجہ ہے جو انہیں مقدس کو احکام جنگ سے خالی پاکر قرآن مجید کو عیب گرسن بجا ہوں سے دیکھ رہے ہیں حالانکہ انہیں میں ایسے احکام کی ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ قرابت کی ناسخ نہ تھی اور قرآن مجید چونکہ تمام سابقہ کتب کا ناسخ تھا اسلئے اگر قرآن مجید میں جنگ کے احکام نہ ہوتے تو انکھٹ اعتراف بلند ہو سکتی تھی اور کہا جاسکتا تھا کہ قرآن مجید تمام ضروریات کے لئے کافی نہیں ہے۔ جدال و قتال کے احکام کا تذکرہ اس کے کمال و جامعیت کی دلیل ہے مگر وہ نبی عربی اور ان کے اصحاب و اہل بیت کے لئے کافی نہیں ہے۔ جلال و افضال کے صوابدید پر منحصر ہے اور محل اس کا کفار کا اقدام اور مدد شکنی و بغاوت ہے اور ہر زمانہ کے مسلمان اپنے غیر مسلم حریف کے قتل پر بنا بقلم قرآن مجید نہیں ہیں اسی لئے قرآن کی تسلیم اور اسلام و اہل اسلام کی تہذیب پر کوئی حزن نہیں آسکتا۔ اسلام کی روحانیت ہرگز اسکی مقتضی نہیں ہے کہ وہ اپنے تابعین کو غیر تابعین کے قتل پر مجبور کرے یہ تو ایک آخری تہذیب ہے جو خدا اسلام میں امن کے قائم کرنے میں اور اسلام اور اہل اسلام کو سہ ماہی کلمی سے محفوظ رکھنے کے لئے ان لوگوں کے مقابلہ میں مجبوراً اختیار کی جاتی تھی جو بلا وجہ سہ ماہی اسلام اور اہل اسلام کے خواہاں ہو کر مشفق بن کر پڑتے یا معاہدہ کے بعد مدد شکنی کر کے قتل و فساد و نقصان من کے مرتکب ہوتے تھے اور وہ بھی جب اپنے خیر کات سے تائب ہو کر علم اسلام کے نیچے آجاتے تھے تو انکو ایمان دیدی جاتی تھی۔ اسلام کا جہاد اگر مجاہدہ نفسانی ہے جہاد جہاد کی اصلی ترین قسم اور مہمہ بلشائے نوع نفس ناطقہ و نفس حیوانی کا مقابلہ ہے۔ جس میں نفس ناطقہ کی مقدس طاقت کو نفس حیوانی اور قوت شہوانی پر فوج و ظفر حاصل ہو۔ نفس ناطقہ کی کد و کوشش نفس حیوانیہ پر غالب آئے اور اسکے وبالینہ میں جہاد سے تحریر کی جاتی ہے۔ پس جبکہ نفس ناطقہ نفس حیوانیہ کا مقابلہ کرتا ہے اور اسکے لشکر نفس ناطقہ کے قبضہ میں آکر مقتول یا مقید ہو جاتے ہیں تو امر مطلوب تمام و کمال اور صلاح بلد حاصل ہو جاتی ہے اور زمین عادل و انصاف کی مضبوط بنیادوں پر قائم اور کلمہ اسلام کل کلمہ پر بلند ہو جاتا ہے۔ اور تمام جہادوں کے مشروع ہونے کا یہی سار ہے پس وہ سب کے سب کلمات و یا ضیات ہیں یہی وجہ ہے کہ جتنی چیزیں میں توبہ کوشش اور جن عمل کو مذہبیت ہے ان سب کو جہاد کہتے ہیں چنانچہ حج کو بھی جہاد سمجھ سکتے ہیں کہ اس میں بہت زیادہ عمل کوشش کی حاجت ہوتی ہے۔ امیر المؤمنین علیہ السلام کچھ ابلا خدیں ارشاد فرماتے ہیں الحج جہاد کل ضعیف حج ہر ضعیف کے لئے جہاد ہے۔

اور نماز کو بھی اسی وجہ سے جہاد کہتے ہیں کہ اس میں بھی توبہ مشقت و برداشت کیجاتی ہے۔ اور قول ہود اود نماز کی داغ بیل مسرکہ جہاد ہی میں پڑی تھی۔ جب سائبان کا لشکر کسی بلندی پر چڑھتا تھا تو بیکر کہتا تھا اور جب بلندی سے اترتا تھا تو بیکر کہتا تھا اور اسی بنیاد پر نماز کی بنیاد ڈالی گئی۔ جنگ و جدال کو بھی ایسی وجہ سے

جہاد کئے ہیں کہ اس میں بھی علی جدد جہاد کہ بہت ضرورت ہوتی ہے چنانچہ ہر محاہد نے اپنی قوت عمل کے مطابق مشقت برداری کی لیکن جیسا تعجب مشقت جہاد فی سبیل اللہ میں حسین ناز پروردہ رسول نے گوارا کیا، اسکی قیصر صحن عالم میں تلاش کرنے سے بھی ملنا دشوار ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ حدیثی جہاد کو جہاد کونوں یا تکلیف خاص اسلئے کہ جہاد میں شریعت نے جو شرائط کر کے واجب کیا ہے اس کا محاسب جہاد میں اس محاہد کیلئے مشیت نے نہیں کیا ہے۔ خدا پہلے یہ حکم تھا کہ ایک محاہد کو دس کافروں کے مقابلہ میں جتنا واجب ہے پھر مسلمانوں کا ضعف دیکھتے ہوئے حکم دیا کہ دو کے مقابلہ میں ایک کو بھرنا واجب ہے۔ اور یہاں کم از کم عین ہزار کے مقابلہ میں ثبات قدم واجب قرار دیا گیا ایک شراہ یہ بھی ہے کہ جہاد میں کفار پر بھی پانی بند نہ کروا دے یہاں چالوں کا کیا ذکر چھوڑنے چھوڑنے پر بھی تین دن پانی بند رکھا گیا۔

اسے کہ کو فیض کی سنگدلی کی کوئی حد بھی ہے کہ چہا کہ بچہ تک بر پانی بند کر دیا ممکن ہے کوئی لکھ کہ چہا ہینہ کے بچہ کو پانی سے کیا کام سکی غذا تو شیر مادر ہے۔ میں کہو نگاہ ٹھیک ہے مگر شیر مادر پر بھی تو گمراہی تھائی تساد و عداوت یہ تھی کہ جب کوئی لشکر لڑتا تھا اور قریب خیمہ کے پہنچتا تھا تو گھوڑے سر پٹ ڈال دیتا تھا اسکا اثر یہ ہوا کہ گھوڑوں کی تاپوں کی آواز سے اور تلواروں کی جھنکار سے دودھ مادر علی صغر کا خشک ہو گیا تھا۔ اب غذا علی صغر کی سوا پانی کے اور کیا تھی؟۔

## دائے ازل

حضرت رزم ردووی  
شبیر کا غم احمد نے کیا ماتم کے لئے فرما بھی گئے  
خود مجلس غم برپا بھی کی اور روئے بھی رُوا بھی گئے  
تا یہ عزا سے ابھرے گا احساس وفادار دولت  
یہ راز بقا سمجھے ہی نہیں دائے ازل سمجھا بھی گئے  
زندہ ہی نہیں مقتول جفا میں وجہ حیات ایمانی  
جاں گھوئی تو جاں بخشی آدا سر دینے والے پا بھی گئے  
اسلام مٹانے والے خود نظروں سے گئے ذہنوں سے مٹے  
اسلام پر مٹنے والے ہر منظر حق پر چھا بھی گئے

اللہ سے شہادت کی یہ تڑپیں شہر کھلیں میدان کھال  
 اعوش اجل میں ہنسنے والے ہر قوم کے دل تڑپا بھی گئے  
 اس شان سے جاں دی مٹنے طوفانِ تم کا دم اکھڑا  
 گوراد خدا میں سر نیے انصار کے مولا بھی گئے  
 باطل کی اُمنڈنی بدلی میں یہ خون میں یوں ڈوب کے بھی  
 یوں جھکے وفاق کے مہ پاکے ہر نقش حق چمکا بھی گئے  
 اندوہ و بلا کے محشر میں چہرے کی بنناشت کیا کہنا  
 دنیا کے غم و ہم جھیل گئے دنیا کو مگھوہوا بھی گئے  
 کیا عوم کی چٹوں بانگی مٹی کیا صبر کے تیرے تکیے تھے  
 تڑپے نہ ذرا خنجر کے تلے کو نین کے دن تڑپا بھی گئے  
 پیاس اپنی سیکھنے بھول گئی وہ ننھے سے دل پر غم بیٹے  
 پانی کے بہانے کوثر کو غمو بھی گئے بابا بھی گئے  
 شبیر نے مقتل میں رکھی بنیاد ظفر خنجر کے تلے  
 اور شام میں جا کر اہل حرم اعلان ظفر زبا بھی گئے  
 اے رزمِ حوادث کی زد سے اونچا ہے غمِ فرزندِ نبی  
 گھٹنے کی نہیں یہ شانِ عزاکچھ اٹھ بھی گئے کچھ اٹھ بھی گئے

## یہ خبر کی چوٹ

اد جاتی مدی صلین صاحب جند گھٹنوی

تب ہے خبرِ جہان سنا ضربتِ حیدر کی چوٹ  
 زندگی بھگیا جھلا کھلے غمِ کبوتر کی چوٹ  
 بازار نے دگاؤں دن سے اس کو یا غلط  
 سوتے سوتے جاگ اٹھتی تھی وہ قیدِ شام میں  
 حلق پر پچھے جب غلام کا کھایا تیرے سلم  
 ہے دعا ہمدرد کی نکلے نہ دل سے تا آبد  
 یاد ہے روحِ امین کو آج تک شہر کی چوٹ  
 تھکتے ہے مال کے لئے بس فرقتِ دہر کی چوٹ  
 کم نہ تھی قلبِ زمیں کی واسطے خبر کی چوٹ  
 دل میں تھی بالی سیکھنے کے غمِ سردر کی چوٹ  
 بازوئے شبیر نے غموس کی صہر کی چوٹ  
 خشرنگ قائم ہے یارب غمِ سردر کی چوٹ

# سبط نبی کا اسلامی دنیا پر حسن

از تاج الملک مولانا سید محمد ذکی صاحب قبلہ مجدد مظلہ اعلیٰ

انقلاب زمانہ کے ہاتھوں حق و باطل میں نبرد اکامالی کی عجیب و غریب نقویہ کر بلا کے خونی مرتع میں جیسی نظر آئی اُس کی مثال نہ سینن ماضی میں ملتی ہے اور نہ مستقبل کی غیر محدود گردش و نیل کی لمحہ بہ لمحہ بدلتی ہوئی طبعیتیں پیش کرنے پر قادر ہیں مہلکسی واقعہ کی یاد تازہ رہنے کی ذمہ داری صرف اُسکی ندرت اور موتہ کی مناسبت ہی ہے جو قوت ہے جب قدر اس میں زیادتی اور ہم آہنگی ہوگی حافظہ انسانی میں اسکی یاد بھی اسی قدر مستحکم و پائیدار ہوتی جائیگی متوقع امور کا تحفظ مشکل ہے لیکن غلات توقع واقعات کے لئے تغیر اعصار کی تمام ممکن طاقتیں بھی مٹھا دینے میں عاجز اور دل و داغ بشری سے محکوم رہنے میں ہمیشہ ناکامیاب و شکست خوردہ رہتی ہیں یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو ماہرین فلسفہ و تاریخ کے لئے مدد و زور دینے بلکہ اُس سے بھی زیادہ نمایاں اور مضبوط کر بلا کا پردہ و عبرت انگیز واقعہ بھی اپنے گوناگوں خصوصیات، ندرت و درود اور عمل و وقوع کی مناسبت کے سبب ایسا نوحہ و کرا اور اچھوتا ہے کہ دلوں پر غش کا بجز کی صورت میں ثبت ہو گیا اور اُس سے لیکر اس وقت تک اپنی مظلومانہ غرضیں و اسان حرف بحرف دہراتا ہی نہیں چلا آ رہا ہے بلکہ ایسی اعلیٰ روحانی و اخلاقی تعلیم کی خدمت بھی انجام دے رہا ہے جو لاکھوں باعمل و اعلیٰ کی حق آفریں زباؤں اور کرداروں متحرک قلوب کی صدق آگس جنشیں سے بھی نامکن ہے۔ انصاف پسند طباع کا ذکر یہ کیا باطل افزہ و افراد بھی اس واقعہ کو پس پردہ اور مخفی رکھنے کے عزم مصمم کے باوجود تدرین حقائق کے وقت غفر مگر اپنے غفلوں میں وہ سب کچھ گئے جہاں ایک حسینی اور حسینی پیغمبر سرخریز کر سکتا اس ظاہری فہرست میں ابن حجر کی جوں یا حقلانی، صاحب تفسیر کبیر ہوں یا بخاری، جامع صحیح مسلم ہوں یا ترمذی یا ان کے دوسرے ہم آہنگ ہم نوا ان سب کی سعی بدو بدوشی اکتاب کا روشن چہرہ چھپانے کی طرح بے غمرد بننے ہی ثابت ہوئی رہی نقش حقیقت لوح تالیخ پر ابھرا اور اموی دور استبداد کے نکل خط و خال پیش کرنا اور احسان انسانیت کا وہ آئینہ نگاہیں کا ایک رخ دورانی اور دوسرا ظلالی ایک جانب اذیت کے برتاؤ اور دوسری جانب روحانیت کے علمبردار صفت آنظار ہے تھے علانی ظلم و جور زیدی فوج کے ہاتھوں میں محی جو ابی شیطان طاقتوں کے بعد و سرہر حسن یا انی کو پاش پاش کر دینا چاہتے تھے لیکن الحق یحیو و کلا یعنی آخر دنیا نے کرٹ لی زیدی کوششیں اپنے شباب پر پہنچ کر ختم ہو گئیں۔ بدستان دودت کی ہمتیں ٹوٹ گئیں، اپنے ہی حربے اپنے لئے مصیبت ہو گئے اور آخر زیدیہ کا چراغ بجھ گیا یہی نہیں کہ

اسوی پرچار کر کے لے لے فرادی دیا توں پر بھی ایسی مستحکم مہر لگ گئیں کہ نام لینا بھی انکا توہین انسانیت ہو گیا۔  
غرض نہ نہ سلطنت رہی نہ اس سلطنت کی حمایت کرنے والے یہ طوفانی ہوائیں تھیں جو پھیلیں اور منتشر ہو گئیں  
شیطان کی گولے تھے جو شام و دمشق و کوفہ کی سرزمین سے اُٹھے اور ریختان نینوا میں غائب ہو گئے، البتہ  
حسین کا آفتاب حق پر ایسا چمکا کہ نہ صرف عراق و حجاز، شام، ایران، یمن، مصر عربی سرزمین تک اسکی  
شعاعیں چمکیں بلکہ طرح ایسی اقوم کے لئے اس کی حق پاش فورانیت نے فائدہ بخشا اہل یورپ کے لئے  
بھی مشعل ہدایت بن گیا، لاریب کمر گویان اسلام کی حسین دست دیا، فاطمی فہم و فراست کی بدولت یہ وہ  
خیر العقول فتح تھی جسکی اعجاز خدائی کے سامنے دشمنان اسلام کی منکولہ گردنیں خم ہو گئیں اور بحیثیت مذہبیت  
درحانیت ہر قدم کا پڑھنا ہوا اقتدار اسلامی اقتدار سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا جو درجہ دنیا کی قومیں  
اسوہ حسینی سے سرشار ہو کر اسلامی پرچم کے سایہ میں آکر آباد ہونے لگیں توحید کا مست کن نغمہ دیا توں پر تھا افتار و  
مسادات کے اس مظاہرہ کی دلوں پر حکومت تھی جو کربلا و نہ انجام دیگئے یہ فرزند رسول کا وہ عظیم احسان ہے  
جسکی گراں باری خود بخیر ان نظروں میں ظاہر فرمائے حسین معنی و اقامت الحسین جینکا گر حسین نہ ہوتا  
تو اسلام بے معنی لفظ ہو جاتا علم صداقت و دیانت سرنگوں ہو جاتا دنیا کے ہر گوشہ میں مادیت کی فرادانی اور  
انسان خدا درندوں کی کثرت ہوتی۔

اے حسینؑ جاے اموال ہلے نفوس ہماری اولاد آپ و آپ کی اولاد و آپ کے اصحاب پر نثار اپنے  
دین حق کی حمایت، کلمہ توحید کی حفاظت میں تین دن کی بھوکے پیاس گوارہ کی اصحاب با وفا کی خاک و  
خون میں تڑپتی ہوئی لاشیں دیکھیں، اعزاد و اقربا کی زخموں سے جو چور میتیں اٹھائیں، ننھے ننھے بچوں کی  
العلش العطش کی دردناک آوازیں سنیں، مخدرات عصمت و طہارت کی بے قراری و تشکباری اور فریاد و زاری  
سے آپ بھی غموم ہوئے لیکن باطل کے سامنے نہ جھکنا تھا نہ جھکے حلاوت شرع و ستیہ سیاسی کو نہ اتنا تھا نہ مانا  
بیت زید کو اپنی اولاد و عمری اور حقانی خود داری سے ایسا ٹھکرا کہ پھر اسوی و عباسی تاجداروں کو کسی عہد  
میں بھی ہاشمی ہماروں سے بیعت لینے کی جرات نہ ہوئی۔

## رباعی

از جناب سید محمد عباس صاحب یم۔ لے مجھ آباد  
حق کیلئے اے حسینؑ جاں دی تو نے      دو زخ سے مجھوں کو اماں دی تو نے  
خود ہو کے شہید اور لٹا کر ہر بار      اسلام کو عمر جاوداں دی تو نے

## اصحابِ حسینی کی بے مثال وفات

انجذاب مولانا اختر حسین صاحب صدر الافاضل متعلم بڑے اہل عظیم کھٹو

قدرت نے جو با وفا اصحابِ خلص و حق پر جان دینے والے ساتھی امام حسین علیہ السلام کو دیے وہ کسی نبی و مہی کو نصیب نہیں ہوئے ہمارے پیش نظر جناب موسیٰ کی قوم بنی ہر ایل ہے اور حضرت عیسیٰ کے حواریین اور جناب رسالت اب و امیر المؤمنین کے اصحاب کبار بھی ہیں مگر جو دنیا کے نوے بیٹا کی مثالیں امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں نظر آتی ہیں وہ کسی اور کے صحابی یا ساتھی میں نہیں۔ اور آپ جناب موسیٰ کے ساتھی جناب عیسیٰ کے حواری رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے اصحاب سے امام حسین کے اصحاب سے مقابلہ فرمائیں تو آپ کو بھی فرق اور تفاوت نظر آئے گا ہم تاریخ کی مدد سے امام حسین کے اصحاب کی دنیا پر اجمالی نظر ڈالنا چاہتے ہیں جس سے ان کی عظمت اور ایمان و وفا کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

امام حسین علیہ السلام دوسری عظیم شہید بنی ہاشم کے روح پرور بھائیوں میں سے تھے امام نے چاہا کہ یمن یا غازیہ یا شافعیہ میں قیام فرمائیں مگر رخصتی ہوا اور اس نے کربلا کے میدان بے آب و گیاہ میں اترنے پر مجبور کیا اس وقت جناب زہیر بن قین نے خدمت امام میں عرض کیا یا بن رسول اللہ ان قتال ہو کا جو اہل ہون من قتال من یا قینا من بعدہم۔ مولانا دوگوں سے لڑنا بہت آسان ہے بہ نسبت ان کے جو ان کے بعد آئیں گے ہیں۔ غلہ ہی لیا قینا من بعدہم تری ما قتل لنا میں اپنی جان کی قسم کہا کہ کتا پوں کلان دوگوں کے بعد اتنا لشکر آگیا جس کا ہم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ دیکھا آپ نے زہیر کی محبت کو جو امام سے تھی انہوں نے اپنی ذاتی رائے پیش کر دی اور آئینہ خطرے سے امام کو آگاہ کر دیا مگر امام نے فرمایا کہ ما کنت لا بداً ہم بالقتال میں جنگ میں ہل کر ناہیں چاہتا (طبری ج ۶ ص ۳۳۷) یہ تھی جناب زہیر کی وفات کی مخالفت کو سننا نہیں چاہتے تھے اور دوسری وقت جنگ کا فیصلہ کرنا چاہتے تھے مگر حکم امام کے آگے سر نہ جھک دیا۔

تیسری عظیم کربلا میں سہ چار ہزار لشکر سمیت کربلا پہنچا تو اس نے فوراً غزوہ بن قین جس کو سب سے بھیجا کہ وہ جا کر امام حسین سے یہ دریافت کرے کہ آپ کیوں یہاں تشریف لائے ہیں جو کلمہ وہ ان دوگوں میں تھا جنہوں نے امام کو خط لکھا تھا اسلئے اسے امام کے سامنے جانے ہوئے شرم آئی اور اس نے معذرت کی مگر کثیر بن عبد اللہ شعی بڑا بیاد اور تندہ شخص تھا اس نے کہا میں جا کر دریافت کرنا ہوں بلکہ اگر تم کہو تو میں انکو قتل کر دوں مگر عمر بن سعد نے کہا کہ تم میں یہ نہیں چاہتا فقط جا کر یہ پوچھو کہ آپ آگے کیوں ہیں۔ کثیر چلا دور سے ابو ثمامہ حنا مدی نے اسکو



دیکھ کر امام سے عرض کیا کہ مولائے آپ کے پاس اہل زمین میں سے بہترین اور جنگجو شخص اگر آپ چاہیں تو ابوشامہ نے کہا کہ تم کو ہمارے ہر رکھ دھیر امام کی خدمت میں جاؤ مگر اس نے انکار کیا ابوشامہ نے کہا کہ اچھا تم چلو گے میں تمہاری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ دوں گا اور تم امام سے گفتگو کرنا کہ وہ پہچانی نہیں نہواؤ آخر میں ابوشامہ نے کہا کہ تم مجھ سے بیان کرو میں جا کر امام کی خدمت میں عرض کروں اور جواب لا دوں مگر وہ پہچانی نہیں نہواؤ اور ہاتھ رکھ داپس چلا گیا۔

(طبری ج ۶ ص ۲۳۳)

یہ تھا جذبہ ایمان و بے مثال جذبہ و فدا کا ابوشامہ نے یہ زچا کہا کہ ایک جنگجو اور بہتر شخص امام کی خدمت میں مسلح اور لڑاؤ دیکھ کر جانے اور اس کی شہر آئین طبیعت سے خائف تھے کہ کہیں موقع پا کر کوہار نہ چلائے لہذا اس کو غیر مسلح کر دینا یا بے قابو کر دینا مناسب سمجھا مگر جب وہ راضی ہوا تو اس کو پیاس کر دیا اگر آؤی کیسا تھا اس کو جانے نہ دیا۔ نویں محرم کی سیر کو بقول ابن ماجہ جناب مکیہ اور دوسرے بچوں کی پیاس اور بیانی دیکھی نہ گئی تو بربر ہمدانی نے اگر آدمی صاحب کو غیرت دلائی کہ حنین کے بچے ہمارے سامنے پیاس سے مرے جا رہے ہیں اگر خدا بخوہے کوئی بچہ پیاس سے ہلاک ہو گیا دیکھنا کیا لڑاؤ کا قبضہ ہمارے ہاتھوں میں ہے تو پھر ہم کیا جواب دینگے چنانچہ جناب برادر اور اصحاب کو لیکر دس یا پندرہ گئے اور جنگ کے بعد ایک شک بانی خیمہ میں تک پہنچا دیا مگر نویں محرم کو وہ پانی بچوں کی نعمت کا نہ تھا اور زمین پر بہ گیا۔ یہ تھی ہریر کی حیمت اور غیرت اور وہاں شہداء کی حکایت امام کے بچوں کے لئے اپنے کو خطرہ میں ڈال کر گھاس سے پانی لے آئے اور اپنی دفا کا سچا ثبوت دیدیا۔

نویں کا دن گذر کر بلا کہ میدان میں شب عا غور امام اور اصحاب امام کی آخری یا دگر بات آئی امام نے اصحاب کو حکم دیا کہ خیمہ قریب کر لے جائیں اور ان کے گرد خندق کھود کر وہیں آگ لگا دی جائے تاکہ کل دشمنوں سے ہر آسانی جنگ کیجا سکے اور وہ ہتھو گھرنہ سکیں اس شہد میں امام نے اصحاب کو جمع فرمایا اور ان کو موقع دیا کہ وہ آپ کے پاس سے چلے جائیں اصحاب اپنی جان خطرے میں نہ ڈالیں مگر وہ معمولی صحابہ تھے جو ساتھ چھوڑ کر چلے جاتے وہ تو جبے ساتھ ہوتے تھے تو یہ سوچ لیا تھا کہ یہ ہماری جان ہماری نہیں ہے بلکہ اس کو امام پر فکڑ چکے اور شروع سے بچے کو امام کی سپر بنا چکے تھے کہ امام جیسے ہی کسی قسم کی تکلیف اور آج نہ آئے دینگے بلکہ امام کے اس حملہ نے ان کے جذبہ قربانی کو اور بلند کر دیا اور ان کے دماغ کے شعور بھڑکے گا بیک یہ آزمائش ہوئے تھے مگر اس لئے لاکھ دفا نامیج میں دوا گدہہ جانے سے فرمایا خانی کا اعلم اصحاب اوفی و لا خیر الا من اصحابی و لا اہلبیت الا ہلبیت میں اپنے اصحاب سے زیادہ وفادار اور بہتر کسی کے اصحاب کو نہ ہیں یا امام نے کسی کے اہلبیت کو اپنا اہلبیت سے زیادہ تکرار کیا ہے یا اپنا پناہ دیا ہے یا امام کی طرف سے قریب کوئی ذمہ داری نہیں ہے لہذا یہ بات کا پودہ حامل ہے مہتابا جی چاہے چلے جاؤ۔

مگر جیٹین کے اہلیت صحاب تھے انھوں نے جواب دیا جانا تو تیار ہی میں ہے کہ سب سے پہلے جالب عباس اور امام حسین کے دوسرے بھائیوں اور بیٹیوں نے متفقہ طور سے فرمایا کہ بعد فعل ذالک الذی ذالک کا انا اللہ ذالک ابدگاہ ایسا ہرگز نہ کریں گے اور کریں کیوں اسلئے کہ آپ کے بعد زندہ رہیں خیر راہ کو وہ دن نہ دکھائے اسکے بعد صحاب کی باری آئی تو سب سے پہلے مسلم بن عوفؓ آئے کھڑے ہوئے اور کہا اگر تم آپ کا ساتھ چھوڑ دین تو خدا کو کیا جواب دینگے خدا کی قسم میں اُن سے اس وقت تک جنگ کروں گا جب تک تلوار کا قبضہ میرے قبضہ میں ہو گا اگر میرے پاس ہتھیار نہ ہونگے تو میں اُن کو پتھر ماروں گا خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل کیا جاؤں گا پھر زندہ کیا جاؤں پھر ملامت کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں پھر میری ملامت ہو میں ادا بیچاؤں اور شرم رہتا ایسا کیا جائے پھر بھی آپ کو نہ چھوڑوں گا یہاں تک کہ آپ پر اپنی جان قربان کر دوں اور کیونکر یہ ناگوار ہو اسلئے کہ یہ تو ایک مرتبہ کا قتل ہے پھر اس کے بعد ہیش کے لئے رحمت ہے اسکے بعد نہ میری قبض کھڑے ہوئے اور کہا کہ اگر میں قتل کیا جاؤں اور زندہ کیا جاؤں اور قتل کیا جاؤں یہاں تک کہ ہزار مرتبہ ایسا ہو مگر آپ کی اور آپ کے اہلیت کی جان بچے تو یہ مجھے تو ارا ہے جب صحاب داد و فادہ کے فخر اصرار الحسین خیرا و انصرف الی مضربہ تو امام نے انکو جہنم کی خبر دی اور اپنے خیر کی طرف تشریف لے گئے۔

(بخاری ج ۱۰ - طبری ج ۶ صفحہ ۲۳)

دیکھا آپ نے صحاب کے جذبہ و فادہ کو جب کہ احساس امام نے قبل سے فرما کر تشریف لے چلے فرما دیے تھے بیشک امام حال کے آئینہ میں مستقبل کی تصویر اور اصحاب کے قول میں تصویر عمل ملاحظہ فرمائیے تھے اور یہ واقع نے ثابت کر دیا کہ اصحاب نے جو کچھ کہا اُسے کر کے دکھا دیا۔

ہماری پیش نظر حضرت موسیٰ کے ساتھی ہیں جب موسیٰ نے ان سے کہا کہ ارض مقدس میں داخل ہو تو انھوں نے صاف جواب دیا کہ انا لن ندخلھا ابدآ ما داموا فیھا فاذهب انت وریک فغائلا اناھننا قاعدون پڑ عہ۔ کہ ہم تو اس وقت تک وہاں نہ داخل ہونگے جب تک کہ وہ لوگ وہاں موجود ہیں آپ جانے اور اپنے خدا کو بلائیے اور جنگ کیجئے ہم تو ہمیں بھیجے رہیں گے۔ حضرت عیسیٰ کو کبھی کسی معرکہ و جنگ کا سامنا نہیں ہوا مگر آپ کی گزشتہ کسی کی رات البتہ سخت امتحان کا وقت تھی اس رات میں آپ مع حواریین پوشیدہ تھے اور حواریین نے اپنی شجاعت اور قربانی کا پورا پورا اطمینان دلایا تھا مگر حضرت عیسیٰ نے فرمایا تھا کہ تم دعا کرو کہ امتحان میں نہ بڑو شمعون نے یہاں تک کہد یا تھا کہ آپ کے پسینہ کی جگہ خون گریدو گا مگر جب ہر دوس کے آدمی حضرت عیسیٰ کو دھو نہ سکتے ہوئے اُنکی خیریت کہ پوچھی گئی تو حضرت عیسیٰ نے انکو جگایا کہ مدد کرو مگر وہ آکھ ملتے ہوئے رہے نہ ہو گئے نظر میں مقدس تو تفصیل قلم سے نیچے کو دروازہ ہونگے شمعون نے بری ہادی دکھائی تو ایک مخالف کا کان کاٹ لیا اور چلے ہوئے یہ وہی کمال ہی کیا معاذ اللہ تمہیں روپیہ لیکر ہر دوس کے آدمیوں کو وہ جگہ بتلا دی



# قیمتِ اصغر

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَ اِذَا النُّجُومُ اُنْكَدِرَتْ  
آہ! آہ! سرکارِ علامہ غازی علیہ الرحمہ

وہ ضیاءِ آفتاب جو بختِ شہر سے تمام شہری دنیا پر اپنے علم و عمل کی شہما میں ڈال رہا تھا مغربِ قبر میں ہی نہ ہو گیا، ۱۳ ذی الحجہ کو مدرسہ اوعظیہ میں ملک التجار غلام حسین جو مکمل کا قیامت نامہ موصول ہوا، اس سے پہلے بختِ شہر کے جریدہ العدل الاسلامی سے طولِ مرض کا حال معلوم ہو چکا تھا اور اس خبر کے غلط ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی جنابِ پرنسپل صاحب کے حکم سے فوراً مدرسہ کے دفاتر میں قسطیں کروٹ لیں اور اسیدین عظیمی علیہ السلام کے عظیم الشان مسجد پر بعدِ مغربین ناچیز مدیر نے حدیثِ نبوی العلماء در ذلک الانبیاء پر ایک مسودہ تقریر کی اور اس حادثہ عظمیٰ سے مومنین کو آگاہ کیا مجلس میں گہرا م تھا۔

ذمہ دار افراد قوم کی طرف سے جس پرہیزگار کام کا مغربِ اعلان ہونے والا ہے اسکے تحت میں ہندوستان کے چھپچھپ میں فاتحہ خوانی اور مجلسِ علم منعقد ہونا چاہیے اور اوعظیٰ آخری کا پی پریس جاری تھی اس وقت ہم اس خبر غم پر مشکیل چند سطریں درج کر سکے ہیں ایسے ساتھ عظمیٰ کے تاثرات بدل و دماغ میں قوت نہیں جو قلم اٹھا کر اپنے فریضہ کو ادا کر سکیں اس پدرو روحانی کے بعد ہی دنیا یتیم مدارس علم بے چراغ سنہ امتداد ویرانِ شہری اداسے ٹکدہ ہیں۔

جب آفتاب کو گن لگ چکا سما و ہدایت کے ضیاء بارتا سے ٹوٹ ٹوٹ کر نظروں سے غائب ہو گئے تو اس تاریک فضا میں قوم اپنی پوری طاقت سے امامِ زمانِ حضرت حجتِ عمل اللہ علیہ السلام کی خدمت میں شکوہ سنجہ ہے کہ حقیقی نائب اٹھتے جا رہے ہیں تو پرہیزگار خود ترغیب لیں اور قوم کی ذہنی ہونی کشتی کو بچائے۔

## سفیر حسینی

اذجناب حکیم سید حیدر نواب صاحب گفٹوی

اے دل ایمان در روح مذہب لے جان دیں  
جان جعفر عقیل ذی حشم کی یادگار  
اے اسیر رنج دانت مورد ظلم و ستم  
کوشش تبلیغ دیں میں وہ تیرا رنج و تعب  
فرض ہے تیری محبت و فطنی تجھ سے حرام  
کوئی پوچھے جاں پیغمبر سے تیری منزلت  
اور غولیش اپنا کیا تھا شاہ خیر گہر نے  
جز عریزان بنی تیرا نہیں کوئی نظیر  
نور سے تیری جبین کی چمکی کو نہ کی زیں  
ہے زباں زد علم و حلم و درعب و بہت آج تک  
تھی نئی سے جنگ کی اعدائے جگہ سے جہل  
کو رو دیا تو نے کل کر بلا کا واقعہ  
اس حسینی قافلے کے سانچے کی ابتدا  
یاد تازہ ہی رہی اُلٹے زمانے نوق  
صبر و استقلال کے جو ہر دکھائے مرجبا  
تیرے دشمن ہو گئے کوئی یہ کیا سلام تھا  
بکیسی میں میرے مولاد دل کو تیرے توڑ کر  
ذرے میں تھی زیں ہلتا تھا غم سوچ بچ پیر  
وقت آخر ایک قطرہ بھی نہ پانی کا ملا  
کس قدر تھی خاندان مرتضیٰ سے دشمنی  
خل پانی کے ہو تیرا بہا یا بے خطا  
ساتھ سبط مصطفیٰ کا ہر مصیبت میں یا  
ہو گیا تھا جب شکستہ سبط پیغمبر کا دل

اے شہید راہ حق اے فدائے سلطان دیں  
اے علی کے پارہ دل اے نبی کے رشتہ دار  
قوت بازوئے سبط مصطفیٰ پابند غم  
اے مسافر غریب و تشنہ کام و تشنہ لب  
عبوت اسلام مسلم کیوں نہ ہوتا تیرا نام  
پانی آغوش علی و فاطمہ میں تربیت  
جھکوا تھا نائب بنایا حضرت شبیر نے  
تو ہی تھا جان علی و فاطمہ کا ایک سفیر  
تھا نشان سجدہ کا یا تھا ضو لگوں مہربین  
درج ہے تاریخ میں تیری شجاعت آج تک  
تا قیامت نام تیرا تاابد تیرا عمل  
واقعہ تیرا بھی ہے جو رد جفا کا واقعہ  
قتل تیرا کر بلا کے واقعہ کی ابتدا  
ویدے دنیا کو تو نے دیں کے کیا کیا سبق  
حیرا ہر حملہ تھا گو یا حملہ شہید حسینی  
ایک ہماں پر ہزاروں کا ہجوم عام تھا  
بیعتیں توڑیں ہوئے مغرور تہنا چھوڑ کر  
لکڑے زخمی کیا دھوکے سے پھر جھکوا اسیر  
لام سے جھکوا گمراہ یا کانٹا پھر تیرا گلا  
باندھ کر پاؤں میں رستی لاش تک کھینچ گئی  
تھی نوٹیں ذبح کی جب قتل کو نہ میں کیا  
مرجباے مسلم ذبحا کیسا کہتا تیرا  
کیوں نہ پھر غم میں ترب مولائے پیغمبر کا دل

## معرکہ عاشق کا ایک منظر

از عالم جناب مولوی سید محمد اظہار صاحب کاشن لکھنؤ

عاشق کا دن ہے کربلا کا خونیز معرکہ اپنی انتہائی استبدادیت کے ساتھ جاری ہے۔ اہل کی شہر میں حق کے خلاف نہایت آواز ادا اور سے استعمال ہو رہی ہیں۔ کربلا کا وہ وسیع میدان کہ جہاں آواز حق و اہل کی جنگ ہو رہی وہ زمین مثل آگ کے تپتی ہوئی معلوم ہو رہی ہے جو رنگ کے عورت میں سوج کی گرم شاعروں کو دن بھر اپنے میں جذب کر نیکی اور جنگ دما سوراؤں کو بھٹکے ڈال رہے ہیں گویا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے آگ برس رہی ہے اور زمین آگ لگی رہی ہے اور عمر سعد کی فوج کے سنے ٹھنڈے پانی کے شرابے لے اپنی فوج کے پیاہیوں کو پانی پلاتے پھرتے ہیں اور چند جگہ پیاہیوں کی نولادی نہر میں ریتیلے میدان پر آفتاب کی آتش بارکھوں سے تپنے لگتی تھیں تو عمر سعد کی فوج کے سنے سرد پانی چھڑک چھڑکاتے ان نہروں کی مدد سے در کرتے تھے اور اس تدبیر سے عمر سعد کی تہری فوج کے پیاہیوں کو کچھ سکون نہ تھا اور وہ اس سے زیادہ دم بھر رہتے تھے۔

اور عمر رسول کا نواسہ علی وفاطیہ کا ملا ملا مع عزیز و اقارب اور اولاد اور دو دو حضور کے تھے۔ اور باقی سے زیادہ میں ملتی اس شخص کی فوج کو لے لیتے تھے۔ وہ کی بھوک اور پیاس سے بھر پور تھے۔ یہ لگتی تھی کی آتش خیزوں سے بے نیاز قربانیاں بارگاہِ احدیت میں بٹاتے دین کے لئے پیش کر رہے تھے اور صفائے خالق کی ان شخصوں کی فوجوں کو جہاں فطرت انسانی اس کے تصور سے دم بخود ہے وہ منزل میں نہایت مہر و سکون سے طے کر رہے تھے۔ قوت باند عباس کی موت منگو جاتا ہے اور جہاں کو اپنے سامنے دو توتا ہوا دیکھتا ہے اور کبھی اپنے جوان فرزند، محفل نبی علی اکبر کو اپنے ہاتھ سے آلات جنگ سے آگاہ کر رہا ہے۔ وہ ان میں صبیحہ ہے اور اپنے فرزند کو جلتے ہوئے دیکھ کر بارگاہِ اندوہ میں کھتا ہے کہ یہ درد اور قہر کو گاہ میں کہ میں اپنے فرزند کو فوج مخالف کی طرف جہاد کے لئے بھیج رہا ہوں جو موت و سیرت و شہادت و شہد میں نہر۔ قوت سے بہرہ زیادہ مشابہ ہے۔ اور پروردگار مجھ کو جو وقت تیرے رسول کی زیارت کا شہادت ہو گا تو میں اپنے فرزند کو تیرے دیکھ لینا تھا۔ دفعہ اپنے جوان فرزند کی خبر مرگ سنبھلے تو کو کتاب داد و دی و انصرہ انصرہ۔ آخرت علی یا جی علی الدنیا ہوں لے اعضاء لے فرزند اس میرے بارہ بگڑے زیر آنکھوں کی غنڈہ آگ لے بیٹا! بعد تیرے دنیا پر چیخ و پند۔

کبھی اپنے بھائی کی نشانی قاسم سے حسین و جمیل لوشاہ کو موت سے ہم آغوش ہوتے دیکھتا ہے کبھی اپنے بچپن کے ساتھیوں کو اپنی چلن چاریوں اور وفاداریوں کے ساتھ دم توڑتا ہوا دیکھتا ہے۔ مگر حسین کے عزم و استقلال میں ذہد پر بھی کمی نہیں ہوتی بلکہ حسین کے رشتہ خالق کے جویش اور دلوں اور برہتے ہیں اگرچہ دست سب شمع امامت کے پردوں کی طرح ختم ہو چکے اعراب اپنی جانیں فدا کر چکے عباس ساہادر بھائی پیکر وفائی و وفاداریوں سمیت فرات کے کنارے جام شہادت نوش کر چکا مگر حسین کے عزم و استقلال میں کمی نہیں ہوتی جیانتک اب فوج حسینی میں کوئی ہی نہ رہا تو وہ کسمن بچاؤ اپنے باپ کو تین ہزار کے لشکر میں یکہ و تنہا دیکھ کر جذبہ نصرت میں نکلا جس کا سرچہ ماہ سے زائد تھا حسین نے علی صغیر کو گود میں لے لیا وامن قبل سے چھاپا لایا میدان میں لائے اور عمر سعد کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے گروہ تم نے میرے بھائی عباس کو قتل کر ڈالا میری اولاد اور میرے دوستوں کو مار ڈالا اب فقط اس بات سے ہوا کوئی بھی نہ رہا، پیاس اس کو بھی ہلاک کئے دیتی ہے اسکو تھوڑا سا پانی دیدا اگر میں تمہارے عزم باطل میں تنگائیوں تو یہ مجھ کو بے گناہ ہے ابھی یہ کلام حضرت کا ختم ہونے ہی پایا تھا کہ ایک تیر عمر سعد کی فوج سے آیا دماس نے علی صغیر کو شہید کر دیا حسین نے اپنے اس دل کے گویے کا خون چٹوس لیا اور اپنے چہرہ مبارک سے بیل پرا اور فرمایا کہ اے خدا گروہ رہننگہ اس قوم جفا کار نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ تیرے نبی کی اولاد میں سے کسی کو زندہ نہ بچوئے گی۔

دنیا نے حسین کی شہادت کے وقت بھی دیکھا اور قیامت تک دیکھتی رہیگی اور اس مظلوم پر قیامت تک خون کے آنسو بہاتی رہے گی جس نے عاشورہ کے دن تین دن کی جھوک اور پیاس میں مع اپنے اعدا و اولاد اور اصحاب کے شہادت پسند کی مگر ظالم اور انسانیت گش اور غولخوار انسانوں کی طاعت گواہ نہ کی اصرار ہریشہ کے لئے اپنے مغبوط اور مستحکم رادوں سے باطل کی انسانیت سوز اور حق گش پالیسی کو نیست و نابود کر دیا۔

## سلام

جناب سید افضل مرزا صاحب قسیم کھنوی

مری بچپن سے شب کی اشک افشانی نہیں جاتی	ہے یا ذل ف شہ دل کی پریشانی نہیں جاتی
ہیں ایشمار شہ علم کی فراوانی نہیں جاتی	مثال ابراہین اشک افشانی نہیں جاتی
دکھا کر آئینہ گوزلف اکبر ماں نے سلجھا دی	کسی صورت مگردل کی پریشانی نہیں جاتی
حسین ابن علی کہ لیتے بیعت ایک فاسق کی	خلاف عقل ہو جو بات وہ مانی نہیں جاتی
یہ بانو کہتی تھیں بدلا ہے نقشہ پیاس نے ایسا	علی صغیر کی صورت اب تو پھیلائی نہیں جاتی
قسیم ارکانہ کر خوف اہل دنیا کے ملنے سے	سخن بھی سخن سنجی سخن دان نہیں جاتی

# صحاب حسینؑ کی خصوصیتا

از تاج اوعظین جناب مولانا سید محمد رفیع صاحب البقیع مہمان پور

”اصحاب“ ایک ایسا لفظ ہے جو کسی شخص کے ساتھیوں یا پیروں کے لیے معمولی طور پر استعمال ہوتا ہے۔ لیکن عام طور پر کسی نامور کے حاشیہ نشینوں سے اس کا خاص لگاؤ یا معلوم ہوتا ہے۔ یہ لوگ جنگ و محابہ کا جانتا ہوا حق صحبت اور حق ملک نام کر نیو کھیں کبھی بلند آہنگ عوی بھی کرتے ہیں۔ جہاں شہزادی کا اعلان اور مسند پر رون گرانے کا وعدہ تو بہت معمولی بات ہے یہ کہ ہر مدنی اپنے دعویٰ میں سچا بھی ضرور ہوتا ہے اگر اتفاقات کوئی صدق ہو یا دوسرے بجا وقت آگیا تو کھینے کھرے ممتاز ہو جاتے ہیں اور نہ وہ انہوں کی خرم ہر حال۔ بھائی ہے اور اسکے الفاظ کوئی کی گنگمس سے محفوظ رہ جاتے ہیں اس طرح جھوٹوں کا بھانسا ہے مگر سچوں کی بات، شوک ہو جاتی ہے۔ کیونکہ صادق اور خود کام کا امتیاز صرف اس کا یہی کر سکتا ہے۔ اگر مائیں کے بعد جمع کی آپس آپ دو قسمیں ہو جاتی ہیں۔ خالص اور کھولے مگر لفظ ”صحاب“ میں پھر بھی شریک رہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ لفظ ”صحاب“ دونوں کو شامل ہے مثلاً اگر کہا جائے ”اصحاب مہدی“ ”اصحاب عیسیٰ“ ”اصحاب نبی“ اور اسکا یہ مطلب نہ ہو گا کہ یہ لفظ اس گروہ کی بھلائی کا خاص ہو گیا۔ اسی لئے صحیحین یعنی صحیح مسلم و صحیح بخاری میں بہت سی طرف جان بولے قید کردہ کو بھی سر دکا کلمات نے ”اصحابی اصحابی“ فرمایا جس سے واضح ہو جائے کہ یہ لفظ ذرہ دار کلمات اور غبی نہیں۔ البتہ یہ خصوصیت صرف حسینؑ اور جینیوں کی ہے کہ جب یہ لفظ ”اصحاب“ حسینؑ کی طرف مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے ”اصحاب حسینؑ“ تو اس لفظ کے معنی یہ جاتے ہیں ایک یا پاکیزہ گروہ جس کے ایک فرد میں بھی اس لفظ کے صادق آجائے کے بعد مؤثر نہ رہے۔ اب اس لفظ میں ایک ایسی نادرا اور نادر اوجیت اور خصوصیت پیدا ہو جاتی ہے جس کا صحیح اندازہ شکل ہو جاتا ہے۔ اب اس لفظ سے مراد ہوتا ہے وہ گروہ جو کسوتی پر پورے اثر سے اور امتحان میں کامیاب رہے۔ جتنے معمولی اوصاف ہیں یہ شوکت ابدی کے کمال قابل عزت نفس، اہل العزمی، دلائل کامل، کمال شجاعت وغیرہ وغیرہ۔

وہ باعزت جماعت جس کا ناموں کی مثال سے سیرخ کا قلم اور تاریخ کے صفحات آجکل آفتاب ہیں۔

ایک وہ جماعت جس کا حوالہ حق میں کہے ”بجنت“ اور ان کے زیریں اقوال گوش شنوائی کے لئے فردوس بریں ہیں۔

اب اس سے مراد ہے پیادوں کی وہ جماعت جو تیروں کی بارش میں سکرانے اور تلوار کے سایہ میں انگوٹیاں لے جن لوگوں نے دھلے چہرہ پر اپنے دل کے خون کا خازن مگر شباب جاوید بختا جس کا تعلق دلیلا گزیر اور ذکر



شہادت نیز پکڑا۔ وہ لوگ جھکے اٹھتے ہوئے قدم نہ تکیا رکھی و حصاروں کی کئی کئی نساؤں کی انیاں۔ یہ وہ گروہ ہے جنکے سینوں نے پھپھوئوں کے صفوں میں دے دیے اور گروہوں نے تکیاؤں کے پہلے توڑ دیے ظاہر میں مر گئے مگر حقیقت میں اسلام بوزندہ گریختے اور خود زندہ جاوید بن گئے۔

اب یہ سب اسی لفظ صحابہ میں نظر آنے لگا مگر اس وقت جب حسین کی عظمت صفات ہوا اور کمال کیا۔

”اصحابِ حسین“ سچ بتائیے ان حسینوں سے پہلے اس لفظ میں یہ خصوصیت کب تھی اور یہ وزن کہاں تھا میں ان جانفروں کی پہلی خصوصیت قرار دیتا ہوں کہ انھوں نے لفظ صحابہ کو حقیقت میں شری سے اٹھا کر نشیب کی گہرائی سے نکال کر اوج شہادت پر پہنچا دیا۔ وہ چار جاندار لگائے جنکی ہر ایک ایک قیامت تک ستم نہیں کر سکتی انکی شان والا کیا کہنا جسکی توصیف میں امام حسین علیہ السلام شب عاشورہ الفاظ استعمال فرمائیں :-

خانی لا اعلیٰ اصحابا و فی ولا خیرا من اصحابی۔ اے میرے رفیقوں مجھے تم ایسے نیک اور با وفا اصحاب نہیں معلوم۔ (طبری)

ناظرین کرام یہ نکتہ نظر انداز نہ کرو کہ امام علیہ السلام نے اپنا صحابی اس مجمع کو کب کہا۔ اس وقت کہا ہے جب لوگ چھٹ گئے اور خالص کے سوا کچھ گئے کا نام تک نہ تھا۔ اب تک اس لفظ کی حفاظت اور اس محل پر اس کا صرف عجیبے غریب بلاغت کا حال ہے غور فرمائیے۔

۲) دنیا کا عام ناعدہ ہے کہ ہر فرقہ اپنی فوج کے عسکری جذبات اور پابیاں نظموں کو بھارنے کا خاص انتظام و اہتمام کرتا ہے۔ تاکہ فوج پوری دلیری سے مخالف کا مقابلہ کرے۔ عرب میں اس مقصد کے حاصل کرنے کا

سب سے زیادہ موثر اور پرچوش طریقہ یہ تھا کہ جو تیس اپنے مقصود انداز سے اپنے نرم الفاظ اور نازک دھم سے انکے جذبات شجاعت کو ابھارتی تھیں۔ بلاشبہ مستورات کے نصیحت اس بارے میں بیحد اثر رکھتے ہیں۔ احد کی جنگ میں ابوسفیان نے اسی انداز کو استعمال کیا تھا نتیجہ دینا نہ دیکھ لیا۔ امام حسین نے اپنے پیادوں کے لئے کوئی دلوں کو گھیرنے نہیں کی۔ اور انکا کوئی انتظام نہیں کرتے۔ کہتے ہیں تو یہ کہ بادی النظر میں ہر محل پر دل شکن فقرے

ذہان حق ترجماں پراتے ہیں اور قدم قدم پر مشاوت کا یقین دلاتے ہیں اس سے بظاہر ہر ہمت شکنی سے پرہیز نہیں کیا۔ وہ انہیں اگر اتفاقاً وقت کار نما کوئی محترمہ خیر سے نکل آئیں اور نصرت پر اپنے عزیز کو اور مستحکم کرنے لگیں تو خود بغیر نفس نفیس امام انام تشریف لائے اور سمجھا کر خیر میں زاپس کر دیا۔ بیشک ایک غیر متذکر کے لئے

ناموس کی ایسا نہ گریہ و بکا۔ گحمیت کو بچھڑکانے میں کافی دخل رکھتی ہے۔ یقیناً اہل حرم کی صدائے نیشون دشمن ان غیر متذکرہ مجاہدوں کے عوام کو بلند سے بلند تر بنائیے مگر وہ اتنے کر بلا کی کوئی بھی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے امام نے اسکا انتظام نہ ہی شدت سے کیا کہ میری زندگی تک کسی کی صدائے فریاد و آہ بلند نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے

کہ جہاد میں کربلا کے لئے سوائے صہبائے حقیقت جسکے متعدد حامی امام نے انکو بلائے یہ کسی فحی کے محتاج نہ تھے۔  
 ۵۳) پہلے کو سر فزوشی پر قائم رکھنے کے لئے بہت سے ممتاز حقوق حکومت کی طرف سے دیے جاتے ہیں۔ مختلف  
 وعدے کئے جاتے ہیں۔ فائق عطیات سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ ہمدان مرگ سپہاندگان کی خاص رعایت کجاتی ہے  
 تاکہ یہ فرد جہادنازی سے کام کرے۔ لیکن جینی سپاہ کے لئے دنیا سے الگ بالکل نیا ساز و سامان تھا۔ سفر کی  
 صعوبتیں، عیال کی بربادی، پیاس کا مقابلہ، بھوک سے جنگ وغیرہ وغیرہ پسر سعد سے بے کی حکومت کا  
 وعدہ تھا۔ مگر حسین کا وعدہ اگر کسی سے تھا تو یہ کہ مکہ خدا اور رسول کی خوشنودی اور آخرت میں فائز المرامی حاصل  
 ہوگی۔ جو سکتا تھا کہ حسین اپنے کسی ساتھی کے ساتھ دو اگر جیت گئے، انکی شرط سے بڑے بڑے وعدے کر لیتے  
 مگر نہیں دیاں نہ وہ گناہ مصائب کا وعدہ تھا تاکہ یہ دلیل ہو جائے کہ اس جنگ میں رضائے انبی کے سوا  
 دنیا کا کوئی شائبہ بھی نہ تھا۔ حسین علیہ السلام کا ذکر نہیں بلکہ حسینؑ کی ریت کے وہم و گمان یہ بھی دنیا کا  
 لگاؤ نہ تھا۔ جو کچھ تھا خدا کے واسطے مقصد کی اہمیت کے پیش نظر تھا۔ انکی پیکار۔ شہادت کے کاں یقین کہ  
 صرت آخرت کے سہارے پر تھی۔ اگر کچھ گئے کا سوال بھی نہ تھا۔ بلکہ اگر بچنے کا خیال انکے لئے تکلیف دہ تھا  
 انکی شب کی عبادت اور دن کی کارزار دونوں ایک جگہ رکھ کر دیکھئے آخرت کا رعب و جلال سامنے آجاتا ہے۔  
 اور دنیا و دین کا ربط بھی سمجھیں آجاتا ہے۔ اور دنیا میں آخرت کے لئے کیسے اعمال کرنا چاہئے خوب واضح ہو جاتا ہے۔  
 اب بھی اگر کسی کو ان کی حقانیت میں شبہ ہو تو اسکا کیا علاج ہو سکتا ہے۔

(۳۱) ہر فوج میں ہر رنگ کے لوگ ہوتے ہیں کسی پر غلبہ ہوتا ہے۔ کسی میں کوئی لالچ کا رزا ہوتا ہے  
 کوئی محض دکھانے کے لئے ساتھ ہو جاتا ہے۔ غرض مختلف صورتیں مختلف مقاصد ہوتے ہیں۔ مگر حسینؑ لشکر  
 باعتبار حسن و سال بہت مختلف تھا مگر باعتبار مقاصد سب ایک دل، ہم رنگ ہم آہنگ تھے۔ مقصد انہی رنگ  
 نے سن و سال کی قید بھی اٹھا دی تھی سب کی نگاہیں ایک ہی حقیقت کے جمال کے نفلے میں مرکوز تھیں۔  
 ۵۱) لشکر کی ترتیب تنظیم میں کبھی کسی کی سرداری پر کسی نہ کسی کو غیر محض ہو جاتا ہے۔ خود پیغمبر ﷺ علی اللہ  
 علیہ السلام پر زید کی سرداری کے متعلق کلہر گریوں نے اعتراض کر دیا تھا۔ مگر مجھے کوئی تاریخ میں بتاتی کہ کربلا  
 میں کوئی ایسا بد رعیتہ بھی ساتھ تھا جس نے نظم امام میں ترمیم کی گنجائش محسوس کی۔

(۶۱) ہر لشکر میں جنگ چھڑنے سے قبل ہی اس امر کا کس نہ نظام کر لیا جاتا ہے کوئی سپاہی اگر جھانکے کا قصد  
 کرے بھی قبہ جاک نہ سکے مختلف پہرے ہوتے ہیں نئے نئے نظام ہوتے ہیں گروہائے والا جھانک جاتے ہیں۔ والا  
 کربلا میں حسینؑ لشکر کے لئے اسکا کوئی نظام نہ تھا بلکہ دن عام تھا کہ جہاں دل ہے چلا جائے۔ مگر انتہائی زمتموں  
 کے باوجود گروہ مخالف سے امام کے لشکر میں متعدد خوش نصیبوں کو تہ تو کھیا کہ جیت کے کسی کو بچنے کی کھیا۔

(۷) جب جنگ کا وقت قریب آجاتا ہے تو خطرات انتشار کا جو عالم ہوتا ہے دنیا پر روشن ہے۔ مگر لشکر حسینی کے لئے شب عاشور عید کی شب تھی۔ اگر یقین نہ آئے تو حبیب البربر ابن خضیر کا جواب اور مزاج یاد کر لیجئے۔ یہی خوشی تھی یا نہیں کہ صبح کو یقیناً ہمارا حشرین کے قدموں پر نشان ہو گا۔ روحی اہم فدا (۸) لشکر میں سبقت کرنے والے بہت کم نکلتے ہیں لیکن اس لشکر کا ہر فرد سبقت کا خواہاں تھا تا ایک امام کو اعلان عام کرنا پڑا وہ بہادر دل مرنے میں جلدی نہ کر دے۔

## سلام

عاجز ناب نشی سید حمید الحسن صاحب عیش لکھنوی

پری سلام کی بنیاد گویا اک نئے سرے سے  
چلے تھے جس طرح حیدر علم لیس کریم پیر سے  
فروں ہے اب حشم میرا سلیمان دسکند سے  
کہ جس کی شکل ہو ملتی ہوئی شکل پیر سے  
ذرا ہم بھی تو دکھیں ابراہاں طرح بر سے  
یہ پوچھا آگے دونوں شاہزادوں نے پیر سے  
بتی نے ہنس کے فرمایا یہ پوچھو جا کے حیدر سے  
بھلا میں کیا بتاؤں اسکو پوچھو اپنی مادر سے  
خطا نکال مجھ سے بہتر ہے کہ میرا خطا بردار سے  
کہا یہ فاطمہ نے بھکے خوش شیر و شیر سے  
چمک میں جو زیادہ تھے کہیں ہر منور سے  
جکم حق کیا جبریل نے دوائس کو شہیر سے  
اجازت ملگنی عباس کو میدان کی ستر سے  
ذرا شیار جنگ آساں نہیں ہے ان لاد سے  
غصنفری ٹری ہے آنکھ رو باجوں کے لشکر سے  
ہر مجبوری نکالا ترخہ نے حلق صفر سے  
منابہ لیں آنکھیں میں جا کہ قبر اطر سے

ہوئی دیوار کعبہ جبکہ فتح اعجاز حیدر سے  
علی درجہ اس شان سے نکلتے ہیں لشکر سے  
ملا یہ مرتبہ مداحی آل ہمیشہ سے  
ہے مرد و ماہ کی نسبت ہی کیا اس لئے انور سے  
غم شدہ میں برستے ہیں جو آنسو دیدہ تر سے  
عبارت ایک دن حشرین نے تحریر فرمائی  
کہ ہم دونوں میں کس کا خطا ہے بہتر پیر میں  
علی سے آگے جب پوچھا تو فرمایا کہ میرا باں  
کہا چھوٹے نے ماں کے پاس کر یہ بتا دیجئے  
تجھے موتی زیادہ جو اسی کا خطا بھی بہتر ہے  
یہ کہ مکہ فاطمہ نے صحن میں پھیلائے وہ موتی  
برابر ہی تجھے دونوں نے جب تک رہ گیا باقی  
پہلے تھک جا سوس دیتے ہیں خبر جا کر  
قیامت ہوگی برپا شریعت کا شیر آتا ہے  
چرخہ ہی ہے آستین چٹوں پہ بل ہی ہاں تھک نصیر پر  
جگر ہاتھوں سے تھا داغ دم کیا ہے منہ مہرا  
معیبت ہے نر نامند میں لے غیش با دم فخر





# سبق از شہادت حسین علیہ السلام

عاجل جناب سید حسن علی شاہ صاحب نقیہ ذیلیقہ بالنبیہ آباد دکن

شاہ ہست حسین بادشاہ ہست حسین دین ہست حسین دین پناہ ہست حسین

سر داد نداد دست در دست یزد حقاکہ بنا لا الہ ہست حسین

خواجہ اجیری رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ بالا لفظی معنی دارہ قطعہ کا ایک ایک لفظ عدد و ہر قابل غور معنی خیز اور سبق آموز ہے۔ ہم عالم کی تائیں کچھ پڑھتے ہیں، اسلئے تاکہ ازمنہ سابقہ کے حالات کا فائدہ مطالعہ کر کے ان سے ایک ایک سبق سیکھ سکیں۔ حسین شہید اعظم نے عالم یناق میں محضر نامہ شہادت کی بلیغ و فہمیت اور لہجہ میں اس اہم انیاد قرآنی کی بدرجہ اتم تکمیل پر کچھ حوالہ دیکھ کر نا تو شناسکے معرفت جنہیں جیسے مقدس حضرات ہی کا کام ہو سکتا ہے نہ کچھ جیسے بے بضاعت شخص کا گھر تاہم با متناظر مدبر اور اذکار محض غرض حصول ثواب بخیر دی جی گاہکے عیدت بارگاہ حسین میں ارادہ مند ارادہ حنیف سے گزارنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔ مگر قبول اندر نہیں ہے جو بہتر

خواجہ امجدی سلمیٰ میں غرض میں جناب تیبیک انبی صاحب نے اپنے پیغمبر مقالہ ”درد دل“ میں حسین کی بزرگ ہستی کا ذکر کرتے ہوئے قوم کو جیسی نگاہ کی حقیقی لاج کھینکے کی غرض بطور خاص متوجہ کر کے اپنی ملی ہمدردی کا کافی مسخرہ لکھا ہے۔ خدا کے قدم اس کے زیر خیال کو ہمیں قلب سے نہ صرف لبیک کہے بلکہ اسکے ملا و علیہ کا جھک

عمل کو کہ جناب تیبیک کے درد دل کے مواد کا باعث ہو سکے۔ زندہ اور مذہب اقوام کا خاصہ ہے کہ اگر کوئی ہمہ دلت صلاحی مضامین حوالہ لکھ کر تائیں قوم کے ذمہ دار حضرات ایسے مضامین کو علی بادر ہنارے کی سی پیش کرتے ہیں۔ یہ تو ہونی دنیاوی امور کی ترقی اور صلاح کی ناگزیر ضرورت کہ جس کی ہر مذہب قوم کو ہر وقت سے لایا تیار بحیثیت دینے کے لئے داعی ہوتی ہے۔ اسی نظریہ کے تحت دینی امور میں بھی اہم کی ضرورت کا داعی ہونا اور بشرطیکہ ہمارے قلوب میں اپنے امام کا مغرض اطاعت ہو نہ کیا حقیقی جذبہ ہو بھی ضروری۔ نہ صرف ضروری بلکہ اشد و برہرہ اتم لائی۔ وجہ ظاہر کہ اطاعت امام کے لئے معرفت شرط ہے، یاد دوسرے لفظوں میں بدون معرفت اطاعت تحصیل حاصل اور عدم معرفت کے امام کی صورت میں حدیث نبوی ”من است دلم عزت امام زمانہ فقد مات یتیم“ اچھا ہلیہ، کا معاذ اللہ اطلاق (نافع و تدر)

ہمارا اسلامی سال ماہ محرم سے شروع ہوتا ہے۔ دنیا کا عام قاعدہ ہے کہ اپنے سال کو کھنڈش آئندہ ہنگامی کوشش کی جاتی ہے۔ ہم نے عجلہ علیہ البراکان! بت ربیع الاول ۱۳۵۷ھ میں ”محرم کرام“ اور اہل اسلام کا سال نو

کا مضمون حوالہ قلم کر تہی سادات حاصل کی تھی اور ایہ شریفہ ”دریم نہ جو اکل اناس باہم“ کو عنوان قرار دیا تھا۔  
ادبِ قرآنِ کریم سے دوئم کے اسوں کا ذکر کیا تھا یعنی ایک جو بہشت میں لہجائے گا اور دوسرا دوزخ میں۔  
معزز حضرات! بغیر ظنی اتباع کوئی شخص بھی اپنے باطنی حرولیت سے دور کی نسبت بھی پیدا نہیں کر سکتا جسے متعلق  
کیا خوب کسی صاحبِ فنِ فارسی میں جناب میر جو منال علیہ السلام کے رشتہ دگراہی کو نظم بھی کر دیا ہے فہو ذرا۔

گر در مینی آتشی پیش منی سحر پیش منی بے منی در مینی

ہم معزز برادران کو شعرِ ناکہ الفاظ بآمعنیاد۔ بے منی کی طوط بطور خاص متوجہ کرتے ہوئے اپنے قلم کو رکھ لیتے ہیں  
اور کچھ حسیل مومن پر چھوٹے ہیں کہ اپنے نکاتِ نعت میں ان ہر دو الفاظ کی ہر دو جاہیت پر غور کر کے خود ضروری  
نتیجہ نکال لیں۔

اپنے مذکورہ بالا مضمون میں ہم نے حضراتِ علمائے کرام رضوان اللہ عنہم سے بطورائے حدیث شریف ”علمائے امتی  
کا نبیاء اپنی ہر ائیل“ اور باعرض کیا تھا کہ یہ مقدس بزرگوار حرمِ الناس کو علی کو پھر میں گلزن کرانے کے لئے سال نو کا بجٹ  
یا سازندہ لاکھ عمل ہر تب فرا دیں تاکہ عوام اپنی ظنی ذمہ داری سے واقف ہو کر اس سے غور برآ ہو سکیں مگر فہوس  
کسی بزرگ بین نے ہماری اس جائزہ وغیرہ خلاف ہند کا کوشرت قبولیت نہ بھٹایا۔ تاہم سینے سال نو کے لاکھ عمل کی  
چند نکات ذیل درج کر تہی حاصل کی تھی۔

(۱) حق پر قائم رہنا (۲) مصیبت کے وقت صبر کرنا (۳) خدائے پاک کو قادر مطلق سمجھ کر اس پر توکل کرنا۔  
(۴) اقامِ صلوات یعنی خود پاپندی سے نا بدھنا اور دوسروں کو بھی اسی ترغیب دینا۔ نماز کی حد دہجہ اہمیت کا لغو  
سید الشہداء علیہ السلام کی نماز خوف اور دمِ صحر کی نماز سے کر کے اسکو حتی الوسع رجوع قلب سے داکر کے حدیث قدسی پر  
اسکا کی حد تک عمل کرنا یا بن آدم قہر بین یدی کما یقوم عبد الذلیل باین یدی الملک الجلیل  
وکن کانتک ترانی فانی امراک۔ لے ابن آدم میرے سامنے یہاں کھڑا ہو جیسا کہ پاک ذلیل بندہ جلیل بادشاہ  
کے حضور میں کھڑا ہوتا ہے اور ایسا ہو جا کہ مجھے دیکھتا ہے پر تحقیق میں ٹھکرو دیکھتا ہوں) اللہ اللہ کیا قدر منزلت ہے  
اس قسم کی نماز کی کھدائے بھاء و تعالیٰ کی نظرِ رحمت غازی کی طرف ہوتی ہے اور غائبانہی قسم کی ادا شدہ نماز کو سراج  
مومن کہا گیا ہے۔ اہلِ طہل سلم حضرت یقوتنا اس حدیث قدسی پر وجد کر گئے تاہم (۵) بیمار کی تیمارداری کرنا  
(۶) اپنے نادار بھائیوں کی وقتی اعانت کہو کے حدیث قدسی ذیل کے اتباع میں درگاہِ احدیت سے اس کی  
نمائندہ کامی متغیر خطاب حاصل کرنا المال مانی والنعق اع عیالی والاکا غنیام وکلانی دال میلال ہے  
فقرو میرے عیال ہیں اور دولتیں اس دنیا میں میرے نمایندے یا گماشتے ہیں) اس حدیث قدسی سے ”مفت  
کرم داشتن“ کا حقیقی مفہم اور عالم اسباب کی علت خالی رد زروشن کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے۔

یہی وجہ تھی کہ جناب سید ابومنین علیہ السلام اور امیر مہاجرین علیہم السلام شہداء تبارک میں روئیں کا پشاورہ پنی  
پشت ہمارک بدر کھڑکے سائیں کو جا کر کہلاتے تھے۔ اگر چلوگ بھی اپنی امکانی حد تک اپنے ہادیان طریقت  
کی تاسی کو اپنا خوشگوار فریضہ تصور کریں تو ہم بلا خوف و دہم کہہ سکتے ہیں کہ ہماری قوم میں کسی بھی نادار فرد کو بھوک  
یا کمی غذا کی شکایت نہ رہیگی اور تب ہی کہیں جا کر غریب قوم کے رونے کا انداد بھی ہوگا۔ بات دراصل یہ ہے  
کہ اگر خدا پہکود قہی (نہ زبانی) اصدق الصادقین اسی کی عطا کردہ توفیق سے ان کو عمل پیرا ہوں تو ہماری قوم  
سے غلٹی اور کبت کا جو بے چارہ دنیا کی عرصہ سے رویا جا رہا ہے اس کا بفضلہ اسناد ہو کر رہیگا اور تب ہی ہلوگ  
حقیقی معنوں میں (مستلیم غم کو نبیلا اکھلائی کے ہوگا) وانفا فاستحق ہو سکیں گے فافهم، اکل حلال اور صدق  
مقال کا پابند ہونا۔ از روئے شریعت اکل حلال کے غیر نماز، حکو سنوں دین کہا گیا ہے جائز نہیں ہے۔  
اسی طرح صدق مقال کا بھی سخت اور تاکید کی حکم ہے۔ ملاحظہ ہو آیت قرآنی سورہ انفام واطفلہ فاعملوا  
دلوکان ذاخرانی (جب بات کہو تو درست کہو اگرچہ جسکے خلاف بات کہو وہ ہمارا عزیز قریب ہی کیوں نہ ہو)  
اگرچہ لوگ قرآن کو بتلہ برہنہ فکر نہ کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ کبھی بھی احکام خدا دہندی سے سرمو فرق کا خیال پہلے  
گوشہ دل میں پیدا ہونے۔

کہا جاتا ہے کہ الکذب اہیات الیات۔ یعنی جھوٹ تمام بُرائیوں کی جڑ ہے مگر فیس کہ بعض وقت  
جھوٹ کو جڑ سے کاٹنے کے بجائے اسکو بار آور کر دیکھی سی نامشکور کے نہ صرف لوگ خود تریک ہوتے ہیں بلکہ  
مصالح قیمتی (جو سراسر منافی حکام خدا ہے) کے پیش نظر دوسروں کو بھی ترغیب دیتے ہیں۔

منقول ہے کہ رسول خدا کی خدمت میں ایک شخص جس میں چاروں شرعی عیوب تھے حاضر ہوا اور عرض کیا کہ  
یا رسول اللہ مجھ سے ایک عیب چھڑا دیں آنحضرت نے فرمایا کہ جھوٹ بولنا چھوڑ دے۔ اس نے اسکا اقرار کیا اور  
جب اپنی عادت مستمرہ کے تحت وہ کسی ایک عیب کا مرتکب ہوا اور دوسرے کو شروع کیا تو اسکو لامحالہ اپنے قول  
کو نبائنے کے خیال سے پہلے عیب کی حقیقت کا اظہار کرنا پڑا۔ چہرہ لوگوں نے اسکو طعن کرنا شروع کیا۔ نتیجہ یہ ہوا  
کہ دوسرے روز وہ دربار رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ پہننے سے تو میرے تمام عیوب  
مجھ سے چھڑا دیے۔

بہر حضرات امور دینیہ پر پھنڈے دل سے غور کرنیکی ضرورت ہے اگر انسان اسکی عادت ڈال لے تو وہ  
اپنی تہذیب کی لاج رکھتے ہوئے گناہ سے کبیرہ سے تو بفضلہ حتی الوسع بچتا رہیگا۔ فافهم

ہم بلا خوف و دہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر صدق مقال کی عادت ڈالی جائے اور کم کم دوسروں میں بھی اسکی  
روح چھوٹتی جائے تو پھر بجز خلوص (یعنی دل و زبان میں ہم آہنگی) کسی اور شئی کا ہلوگوں میں جلوہ ہی نہ رہیگا



اور اسی وقت خلعین لڑا دیں، کارشاد و بانی صادق اگر رہ گیا اور بالآخر خود کو یکم درجہ کا عامل کر کے اپنے ایمان کو مکمل کرنا۔ ہم دعا کا جو بہترین حل جناب امیر مومنانہ نے اپنی مناجات کے ایک شعر میں کیا ہے وہ بھی درج ذیل کیا جاتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَدُوٌّ لِّکَیْ فَتَنِیْ الْعَفْ حُجَّۃً فُجِّلْ دِجَانِیْ مِنْکَ لَا تَقْطَعْ  
بار آگاہ اگر تو مجھے ہزار سال عذاب کربت تو اسکے بعد بھی امید کی رسی میرے ہاتھ سے ٹوٹ نہیں سکتی۔

اللہ اللہ جنت خدا اور خدا کی معصوم ہستی اور ان سے اس قسم کے عجز کا اظہار قرآن میں ہے کہ قنات  
نہا ایک دن ہزار سال دنیا کے برابر ہو گا، اس کا طاس سے تویق است کا ایک ہزار سال جہادی دنیا کے ..... ۳۶۵  
چھتیس کروڑ پچاس لاکھ سال کے برابر ہو گا۔ پناہ بنی غلامان حیدر کرارا حضرت کے شعر بلا سے خود اپنی رنگاری  
کے لئے نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ ہم تو اس ضمن میں ایک لفظ کہتے ہوئے لہزہ بر اندام ہو جاتے ہیں۔

چونکہ عزائم مضمون سبق از شہادت حسین ہے لہذا ہم بنظر استفادہ و عبرت ہی مظلوم نبیوں کے آخر وقت  
کی حالت جبکہ یزید انیس علی اللہ مقارنہ نے اپنے مرثیہ میں بیان کیا ہے اُسکے چند بند بھی دیج ذیل کئے جیتے ہیں۔

میکوئے ہو جہیں سے کمر تک تن اہام	تھرا گیا فرس قویہ بوسہ انام
اے خدا کجاں مژ کہ جا تا ہے ایک گام	جانا قویہ ہے سو دربار ذوالجلال
یہ فکر ہے کہ دیکھئے دوتا ہے کیا مال	مرسل بھی تھوڑے ہیں سب بارگاہ میں
کیا اندرے کے بہاؤں جناب اللہ میں	اکلی راہ میں بیٹے فدا کئے تو کیا
ہا قوس پہ اپنے نیکو اگر جاؤں سر تو کیا	ہاں ایک اس امیہ پہ دل مستقیم ہے

بندہ ہوں جس کا یث غفور الرحیم ہے

کہاں میں غلامان دجہان حسین آئیں اور اپنے تین دن کے چھوٹے پیاسے پسران و عزیزان و اصحاب  
با صفا مرد عالم مقام سے ہم دعا کے مراحل کو بھنڈ دل سے جھک کر ضروری سبب مائل کر کے اپنے ایمان کو  
مکمل کریں۔

معزز عباد! موجودہ عیسائیت کے قدر تبدیل صورت میں پیش کی جاتی ہے اور بڑے اسلام باپ بیٹا  
اور روح القدس عیسیٰ علیہ السلام صریحاً ناجائز ہے۔ پہرہی اس ناجائز عقیدے کو فروغ دینے کے لئے اکثر مشرعیان  
حکومتیں تبلیغ پر اپنے اپنے مشن کے ذریعہ لاکھوں بوڈل لائے خرچ کر رہی ہیں۔ مگر انکو کچھ سمجھی نہ ہے  
کہ ایمانی مذہبوں کی تقدیر ایک بے ٹوٹ محقق عیسائی نے کی تھی۔

یہ شخص ایک مرتبہ استنبول میں اپنے ترکی ترجمان کے ساتھ ایک مجلس عزائم میں شریک ہوا بعد ختم مجلس یہ

شخص مذکورہ بالا احزان کرتا ہے اور بیان دیتا ہے کہ یہ خلاف عیسائیوں کی ناکامیابی کے اہل اسلام کی مجلس عزائم و تہمتیں ہے کہ جس میں لوگ لطیف باطن و سخیوہ جو کمر و اعصابیان شدہ سے نہ خود مستفید ہو کر اپنے ایمان کی تکمیل کو کر سکتے ہیں بلکہ دیگر مذاہب کے طالبان حقیقت کو بھی دین اسلام کی حقانیت کی طرف مائل اور مایوس کر سکتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ حق ہر دہائی قوم کی زبان و بھاری ہو کر رہتا ہے۔ یہ نہیں ملایہ صداقت خیالات یا غیر مذہب شخص کے گھڑواؤں کے (اہل اسلام ہجالات بغاوت و اذات الدین عند اللہ اکرام السلام تو اصولاً بد رجحان زیادہ از نفع و اعلیٰ ہونے چاہئیں۔ اگر سامعین کو بطور خاص اذات اسلام کی خوبیوں سے جنہر حسین نے عزم کے آٹھ دوس روزہ میں کماحقہ عمل کر کے ہم سب کے لئے شمع ہدایت روشن کر دی تھی، اعلیٰ امکانی حد تک گناہ کیلئے تا تو اس صورت میں جناب بیگ صاحب کیسے ارشاد فرمائے گی ضرورت و حاجت ہوئی نہ مرت تلواری سے کائنات کو ظلم سمجھتے ہیں جن کو و فرغش کی عدم ادائیگی کو ظلم نہیں سمجھتے تو وہی اتحاد کے لئے کھانے کو ظلم تصور نہیں کرتے نظام مذہب بھرتا ہے بیکروں بیواؤں مسکس ہزاروں یتیم روہتے ہیں جس کا علاج آج گروہ کے پاس کیونہ نہیں ہے۔

چنانچہ ہم نے بھی اعلیٰ بانی شخص کو عام ظالمین یا دشمن خواص حضرات کے بیانات کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ بولائے مہربانی روہتے ہیں راجی کشند و پائین می آئینہ مطلب یہ کہ ہمنہ بر صحت حسین علیہ السلام کی مطاوی کا تذکرہ کرے سامعین کے رولانے ہی کو کافی سمجھ کر تباہ ختم کر دی۔

روانایا نظری اسٹریٹس ہر شخص ظلم سے جاننا لہو پر ہر روزی کرتا ہے اور بھرتی بزرگ و معصوم ہستی پر جس نے اپنے عالم منافع کے لیے جو ذلتی طریق کی معیادلیوں کو برداشت کر کے اپنے ناناہ سوز لکے دین کو اپنے بیٹوں، اصحاب اور خود اپنی قربانی پیش کر کے نئے سر سے قائم کیا جبکہ ایک خوب نقشہ کسی صاحب نے ذیل کے شعر میں کیمن چاہا ہے۔

تاہی میں سفیدہ آچکا تھا امن جد کا  
بہ کشتی بجزوں میں ڈوب کر خون کال ہر  
پس نشین متبعین اسلام و غلامان ستمناز بھی اصولاً لازم ہے کہ ہم لوگ بھی اپنی آنکھوں سے آنسو دیکھو  
ہم در شوار تک کہہ سکتے ہیں) جانے کے علاوہ اسلامی عقائد پر اپنی امکانی حد تک عمل کر کے حقیقی معنی میں حسینی گروہ کے سوز و غم خطاب سے سو سو ہوں۔

یہ تو تباہی پر مسکتا ہے کہ ہماری مجالس میں ذاکرین یا داعین اعلیٰ مانی عقائد کی خوبیاں اور ان چشمن کا کماحقہ عمل بیان کریں اور آخر میں سامعین کی ظنی حد تک ذمہ داریوں سے انکو بلا خوف و آگاہ کریں۔ نہ صرف آگاہ ہی کریں بلکہ ذمہ دار حضرات یعنی علمائے کرام ہر جمعہ کو اعلیٰ اپنے پیر و ان سے ان کی تعمیل بھی کرائیں۔

مگر موجودہ عدم تنظیم کی صورت میں کسی قدر مشکل سامعہ ہوتا ہے۔ کہتے ہیں اور سچ بھی ہے کہ مسئلہ نیست کہ آسان نہ شود۔ مرد باید کہ ہر اسان نہ شود۔ اس مشکل کو آسان کرنے کا واحد طریقہ صرف تنظیم ہی ہو سکتی ہے بھولے واعتمدہوا بحبل اللہ جمیعاً ولا تھتوا اگر چلوں گے یہ شریفہ کے اتباع میں متعلم ہونے کی بجائے خیال اور حکم ارادہ کر لیں تو پھر خدا کے دین بھی ہماری حالت بدل دیگا بھولے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حق یغیرہ لما یریدہ ما یریدہ شریفہ کے منہم کو کیا خوب کسی نے نظم بھی کر دیا ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہوجس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا اہل اسلام میں فی زمانہ صرف تین فرقہ جات ذیل منظم اور اپنے میر جماعت کے حکم کی سر موخہ کران کی سی ہر مشکلو کو اپنے گوشہ دل میں لائیں جرات نہیں کرتے اور یہی جو ہر شریف (مثیل ارشاد میر جماعت) ان حضرات کے ملی تھانہ و اتحاد کا ذمہ دار ہے۔

(۱) معزز فرقہ پو اہیر۔ زیر قیادت تقدس مآب خباب مولانا سید طاہر سیف الدین صاحب

(۲) فرقہ قادیان (۳) اسلامی جماعت۔ زیر قیادت ابوالاعلیٰ صاحب مودودی۔

نہرا ۲۰ سے تو تمام حضرات واقف ہیں، البتہ نمبر ۳ چند سال کی قائم شدہ ہے۔ اس جماعت کی روداد اصلاً منقطع بتاریخ ۱۹۷۲ء اپریل ۱۵ء سے ہوئی ہے۔ ارکان کی تعداد ۵۰۰ تک پہنچ چکی ہے اور مرکز (جالبوڑو) چھان کوٹ پنجاب کی جانب سے ہندوستان کے مختلف صوبہ جات میں ذیلی جماعتیں بھی قائم کی گئیں ہیں چنانچہ ان تمام جماعتوں کی کارگزاری اور تبلیغ کی رپورٹیں اسلامی جماعت کے مجلس سروس میں پیش ہوئیں اور میر جماعت ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے ان پر تبصرہ کرتے ہوئے غرض اصلاح ہدایات بھی دی ہیں، ہر صاحب نصاب کن بیٹ المال میں نصاب دیتا ہے اور اگر کوئی رکن مقاصد اسلامی جماعت سے ذرا سا بھی اخراج کرے تو اسے فوراً خارج کیا جاتا ہے۔ تنظیم کی حد تک تو ہم اسلامی جماعت کی قدر کرنے پر مجبور ہیں۔

تنظیم کے فوائد اظہار میں نہیں اور ہمارے خیال میں اس وقت تک احکام دین پر کما حقہ جو عمل نہ ہو کہ ہماری قوم کی فلاح داری کی ترقیات میں مانع و مزاحم ہو رہا ہے اسکی فوری اصلاح کی ترغیب بھی قوم میں پیدا ہو چکی ہے یہی صورت میں حضرات علماء کرام بھولے علیہ امتی کا نبیاء بنی اسرائیل اور کابریہ قوم کا بحیثیت نائبہ خدا پر واجب حدیث قدسی المال مالی الخ منہ بعد بالایہ خوفگوار فریقہ ہو جاتا ہے کہ باہمی مشاورت کے بعد قوم کے لئے ایک میر جماعت منتخب کر لیں۔ (۱) میر جماعت وہ شخص عادل تھا جسکی پچھلے آپ کو محمد بن نے اپنی طرف سے ناز پڑھنے کا حکم دیا آپ کی دینی نگرانی بس اسی کے اختیار میں تھی مگر آپ نے غور کیا کہ مسجد میں

کھتے لوگ اسکے پاس نماز پڑھنے گئے اگرچہ آپ پانچ وقت جماعت میں شرکت کریں تو پیش امام آپ کو بہت کچھ برے راستوں سے ہٹا سکتا ہے اور احکام آپ ہی بیان کر سکتا ہے مگر اس وقت تو حال یہ ہے کہ مساتی قضا علی امتیاز یغرون من العلماؤ کا ایضاً الغنوعن الذمب بد وقت آگیا کہ لوگ ہل علم سے ہٹ کر بھاگتے ہیں جیسے میٹھے سے بکریاں یہ شخص مشاہدات سے ہرگز نہیں مقرر ہو گا بلکہ صفت عدالت سے۔ (الوعظ)

یہ خلاف دیگر فتعات اسلام چونکہ ہمارے فرقہ میں از ابلا لہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام تاجانب امام حسن عسکری علیہ السلام کسی اصول دین یا شرعی امور میں بجز ایک ہنگام کسی قسم کے انحراف یا اختلاف کا شائبہ نہیں ہو لہذا ہمارے امیر جماعت کے ارشادات کی جو اصولا اقوال و اعمال ائمہ کے بعینہ تالیق ہوئے تھے نقیض بھی ہر فرد تو بہر وجہ عینی ہوگی اگر خوش بختی سے غلطہ قدم میں امیر جماعت کا قیام عمل میں آجائے تو پھر انکی جانب سے ہر صورت میں ایک ایک عامل مقرر کیا جائے جو اپنے فرقہ کے حضرات سے ہر امر شرعی کی تعمیل کر کے ان کے حسن کارکردگی کی رپورٹ امیر جماعت کی خدمت میں پیش کرینگے علاوہ نماز درود کے پابندی کرانے کے عامل صاحب کا صاحب دستور العمل مرتبہ مرکزی جماعت فرض ہوگا لکھنؤ ریل کی بھی پابندی اپنی قدم کے حضرات سے کوئیں۔

(۱) ہر صاحب نصاب سے سالانہ زکوٰۃ وصول کریں۔

(۲) شادی بیاہ کی تقاریب چیتی الوسع کم خرچ کرائیں۔

(۳) ہر مری رقم دہا کی حیثیت کے مطابق تعین کرائیں

(۴) محرم کی مجالس میں حتی الوسع اسلام کی خوبیاں بیان کر کے حسین کے ظرفی حد تک ہر فرد قوم سے

تعمیل کرائیں۔

(۵) مقامی حضرات میں ہر وقت اتفاق و اتحاد کی روح بھونکی جائے اور بالآخر ایسے تمام امور شرعیہ

کی جو قوم کی فلاح دارین میں مدد و معاون ہوں انکو بلا خوف و تردید اتباع آئینہ شریعت و اذاعتہ

فاعل لود لوکان ذ (قرنی بیان کر کے ان پر قوم کے حضرات کو عامل بنائیں۔

ممکن ہے کہ کوئی صاحب پر ارشاد فرمائیں کہ کما محرم پر مضمون اور کما مفصلہ بالا تحریک مگر میب معزز

دوستو ہم بلا خوف و عرض کرینگے کہ برخلاف تمام مذاہب عالم کے اسلام ہی ایک مذہب ہے کہ جس میں بہت

نماز ہے اور ہر مسلم کو حکم ہے کہ دین و دنیا کے کام مدام احمیات کرتا ہے اور جب قدر انسان سہی کرے گا

اس کو اسی قدر ملے گا۔

پس معلوم ہوا کہ ہر لوگ تو صرف اکام اور کام کے لئے خلق کئے گئے ہیں مگر کام کام میں فرق ہوتا ہے۔ کام

وہی حقیقی معنوں میں کام کہا جا سکتا ہے جو انسان کی فلاح دارین کا باعث ہو اور غیر کسی امیر جماعت کے

کوئی کام یک جہتی سے ہو نہیں سکتا۔ تنظیم قومی کی ضرورت اگر خوش قسمتی سے ہماری تحریک قیامِ اہم جماعت قوم کی فرض شناسی اور حق و جور سے رو بہ راز ہو جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ صرف تنظیمی زکوٰۃ میں ہر سال ۵۰ کروڑ کی بظہر رقم وصول ہو کر قوم کے ہر مفید کام میں کام آسکے گی۔

ہم نے زکوٰۃ پر رسالہ البرہان ماہ جون جولائی ۱۹۷۷ء میں کسی قدر شرح و بسط سے ایک مضمون بعنوان "تعمیم کیا تھا۔ اگر کوئی صاحبِ چاہیں تو اسکو رساجاتِ مذکورہ بالا میں ملاحظہ فرما کر ذکرِ رسالہ کی وصولی کی تفصیل معلوم کر سکتے ہیں

اسقدر رقم کی وصولی کے بعد قوم کو سرمایہ کے لئے جوئے دن اپیلیں کی ضرورت لاحق رہتی ہے اُن سے قوم ایک حد تک نشاۃِ اندبے نیاز ہو سکے گی۔ آخر میں ہم اپنے معزز برادرانِ ایمانی سے مل کر شہِ اخلاص کے پیش نظر جو ابتداءِ عالمِ دین قائم ہوا اور پھر اس مادی دنیا میں جو بزرگوار غلامی و طبیعت اس میں ترقی پزیر ہوئی اور با عرضِ کریم گئے کہ آپ کے مولا کا راجا بن سید الشہداء علیہ السلام اللہ تعالیٰ ذاتِ ستودہ صفاتِ توہیدی ہے کہ جکو تو ہم عالمِ انسان ساز اور محسنِ انسانیت کے خطابات سے یاد کرتی ہیں۔ چونکہ پہلے عقائد سے پہلوگوں پر امام کی اطاعت حکمِ خدا واجب کی گئی ہے۔

رسولِ کوا علی سے ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہارے شیوخ و علمائے دین مجھے گمنی اپنی دلی مرادیں پائینگے۔ گمنا یا ت قرائی اور اقوالِ ائمہ سے پایا جائے کہ بدونِ ظنی اتباعِ بادیانِ طریقت دوسری دنیا (جکو دوام ہی دوام ہوگا) میں دلی مرادوں کا پانا کسی قدر مشکل سا نظر آئے۔ لہذا ہم تمام کو تحصیلِ اپنی ہی ذرائعِ دارین کے خیال سے حسین کی شہادت سے سبق حاصل کر کے اور چھ سال اسکو رکھ کر اپنی حجابات کو ایسا بنانا کہ جس پر ان تبصر کا اطلاق ہو سکے ہمارا نہایت خوشگوار فریضہ ہونا چاہئے

ضرورتِ صریح ٹھنڈے دل سے اپنی اہم ذمہ داریوں کو سمجھنا اور ہر اکُن سے عہدہ برآ ہونے کی ہے اور اس اسکے بعد یقیناً خدا خیر الرحیم ہے۔ وہ ہمیں بظہر شہیدِ راہِ خدا یعنی جنابِ امام حسین علیہ السلام ہر دو جہان میں فائزِ کام کر کے رہے گا۔ فہو المراد واللہ المستعان۔

اسماں وزمین کا رونا اس بنِ مالک کی روایت ہے کہ ساتوں کسان ادا خیرہ جو کما ہوا سچا و سادہ ساتوں زمین اور ان میں بتی آبادی جہاں جہاں بھی ہے وہ حق میں سوقت جب کوئی معزز ذلیل گرد پایا جاتا ہے اور مالدار فقیر ہوجاتا ہے۔ (خرد و رسالاتِ دینی ص ۳۷) کتبائے آصفیہ نقلی

اگر گریہ کا یہ معیار ہے تو کہا میں جب امام حسین کی مسلمانوں کے ہاتھ سے بے عوقی ہوئی اُسوقت اسماں وزمین کو رونا چاہئے السلام علی امنِ ہمتک حرمتہ سلام خدا پر اس محرم شہید پر جسکی ہجرت کی گئی۔

## امام کی آمد میدان جنگ میں

کلمہ کے مشہور مرتبہ گو جناب سید سر فرزدین صاحب خیر الکونی کے مصنف مرتب ہو چکے ہیں  
یہ رن میں غل ہے نہ مشرقین آتے ہیں کہ فتح جنگ کو شاہ حسین آتے ہیں  
فرس اُدالے لہد زنب و زین آتے ہیں قیامت آتی ہے لڑنے حسین آتے ہیں

نیاز و عجز سے تسلیم کو اُٹھی ہے زین  
غبار اُٹھا ہے کہ تنظیم کو اُٹھی ہے زین  
نہیب آید سلطان انس جن و ملک  
نہاں ہے سینہ میں دل و دین لگی دھڑک  
یہ ہے کہ ابر میں نہاں ہے برق کی چمک  
جگمگ میں زخم تو زخم جگمگ میں خوں کی جھلک  
سخن زباں میں سخن میں نہاں ردائی ہے  
ہو کہاں ہے رگوں میں نشیبت پانی ہے

ہے زہر چہرہ خورشید خوف کے مارے  
عدوے شاہ کشاکش میں پڑے گی ہارے  
بکھے بکھے ہیں ذرتے زمین پر سارے  
جگر پہ چلتے ہیں خون دہرائے کے آسے  
گمے میں ہاتھ سے تڑپے کلائی بھول گئی  
کہ الٹی چلتے لگی نبض چال بھول گئی

کمر سے تیج گری ہاتھ سے رن گری  
خندنگ ترکشوں سے دوش کوکان گری  
زین پہ فوج ستم گارے تکان گری  
نگاہ فوج سے خود اپنی آن بان گری  
نقاب شاہ نے اُلٹی تو ہوش جانے لگے  
فریغ چہرہ پر نور سے غش آنے لگے

کہاں ہیں حضرت موسیٰ یہ نور کچھ تو لیں  
زین پہ جلوہ خلق کا نور کچھ تو لیں  
جہاں پاک رُخ رشک طرہ کچھ تو لیں  
خدا کی شان کارن میں کلور کچھ تو لیں  
ہوئی تجلی قدرت یہ اور نور نہیں  
شعاع ہر امامت ہے برق نور نہیں

ہے سر پہ سایہ عمامہ سحاب نبی  
دہن وہ جس میں زباں رسول پاک ہے ہی  
وہ دل کہ جسمیں عوض خون ہو زور علی  
جگہ وہ نزد کہ مہر میں ہیں جسمہ و اخوں کی

بکر کو باندھے ہوئے فائلہ کی چادر سے  
جھکی ہوئی ہے جو بارِ غم برادر سے

## ذبح عظیم

نیچہ فکرِ عالمِ جنابِ حجازِ اہلبیت مرزا بانی علی صاحبِ فطرتی نے منشی فاضل لاہور  
اے شہیدِ وادیِ غربتِ امامِ حق شناس ہے ترے نقشِ کفِ پایہِ شریعت کی پاس  
کیا کرے کوئی ادا تیری مردت کا پاس خون سے اپنے بھادی خونِ تھو پیاسوں کی پاس

صبر میں ہو کون جو یکتا مصلحتِ اہل ہو ترا  
وہ جگر گس کا ہو بچہ سا اور کہاں دل ہو ترا  
خون تیرا آبرو ہے چہرِ حسنِ عمل خاک کا تیری ہر اک ذرہ ہے کعبہ کا بدل  
گر نہ تو اسلام کی کرتا حمایت ہر محل مٹ چکا تھا دھر سے دینِ خدائے علمِ نیل

تیری کوشش سے قنارت بھر ہوا اسلام سے  
آشنا بندے ہوئے اللہ کے پیغام سے  
تیرا ہر ایک سانس ایوانِ شریعت کا ستون تیرا ہر نقشِ قدم حق کی طرقت ہے رہنمون  
تجھ سے تو نا یک بیک کفر و ضلالت کا منوں فکرِ انساں سے کئے سب محوِ اخلاقِ زبوں

تو نے فرایں خدا کی یاں تلکِ تعمیل کی  
نے کے سراپا نیت کی سر بسر تعمیل کی  
پیکرِ سبیل ترا وہ اک سراپا انقلاب دینِ حق کا جسکی ہر کردش میں پہلوئے شباب  
تیری عریانی سے آئیں ردالت بے نقاب گھوڑنِ فاسق کو تیرا رشتہ شہرِ رگِ طناب

سا منے قاعی کے خود دل رکھ دیا سر رکھ دیا  
ایک ہی میں کفر کا تختہ الٹ کر رکھ دیا  
دہریں انساں وہ کیا جو رنج سے غمگین ہیں ریل وہ سینہ جانے جسمیں دل مضطرب ہیں  
چشمِ وہ کیا جو غمِ سبطِ نبی میں تر نہیں ہاتھ ہی وہ کیا جو ذوقِ قائمِ سرور نہیں

پیرِ توحید خدا افستہ ہے غمِ شبیر کا  
دیکھئے عنوانِ قرآن ہے الم شبیر کا

## کربلا کا خونیں منظر

از ایم اے اکل صاحب منشی کامل شاہچاؤدری مدرس اعلیٰ مدرسہ نورانیہ راجکوٹ قوم بدہیر  
 آج کیوں گلشن عالم میں ادا سی چھائی ہوئی ہے، آج کیوں گلبن دہر کی ہر کلی مرجھائی ہوئی ہے باغبان  
 دامن سے صفحہ ڈھانچے ہوئے کیوں رورہا ہے پنوں میں شور جامہ دری کیوں ہے نیم سہری کے دامن  
 سے کیوں خون کی بو آ رہی ہے۔ آج کیوں طبیعت خود بخود مرجھائی ہوئی ہے۔ میرا دامن مقدر خدیشا رہا  
 تفکرات میں ابھرا ہوا تھا کہ یکایک دیکھتا ہوں کہ کسی طرف سے ہذا یوم عاشورا، ہذا یوم عاشورا  
 کی صدائے بانگاد میرے کانوں میں آکر ہی ہے مجھے خواب غفلت سے جگا رہی ہے میرا تخیل مجھے دشتِ نینوا  
 کی طرف لیجا رہا۔ کہ کربلا کا خونیں منظر آنکھوں کے سامنے نظر آ رہا ہے۔ ادا ناظمہ پر سیاہ شام کی بدلی پھائی ہوئی ہے  
 (انقادۃ ما اتقادۃ) کی گھڑی زد و یک انگلی ہے۔ گلاشہ عادی پا پاں ہو چکا ہے نونہ لان رفتنیوں کا  
 باغیوں سے فیر حال ہو چکا ہے اٹھارہ برس کا کربل جہاں عالم بقا سے رشتہ الفت جوڑ رہا ہے کہیں شمشاد  
 بے زبان تیر رہا ہے بلکہ اے بوئے دم توڑ رہا ہے کہیں کسی کے کئے ہوئے بارونوں میں ڈوب نکلے نظر آ رہے  
 ہیں۔ کہیں کسی کی لاش پر گھوڑے دو لٹائے جا رہے ہیں۔ ریاضِ فاطمہ کے پھول ایک تفتیشی ہمارے میں جا بجا کھو۔  
 پس ہیں۔ خامسک بواہ گلوں قبا۔ نشہ و گرسنہ۔ یکہ و تنہا۔ اس میدانِ جنازہ میں سر جھکا کر ہول  
 ایک طرف کرتے ہیں۔ آپ کے جسمِ مطہر سے خون کے چشمے اب آ رہے ہیں۔ تیر کیسے شمشاد کربلا۔ خنجر  
 داخل ہے میں تمام بدن مبارک سے نونہ پر رہا ہے کھینچ دو کی صورت نگاہوں میں چھ رہی ہے۔

اِقْتَرَبَ السَّاعَةُ کی ساعت قریب ہے اب کوئی دم کا حسین غریب مہلا ہے۔

کیا یہ وہی حسین غریب ہے جو کربلا کے فطین اپنے دوش مبارک پر چڑھ جاتے تھے اور زبان مبارک سے  
 اَعْمَالِ اَجَلِ کما دَفْعَ وَالْعَدْلَانِ انتما کیساتھ، اچھا سوا دھوم اونٹ بننے میں فرماتے ہیں۔ کیا یہ وہی  
 حسین ہے جسے نبی اکرمؐ اپنی زبانِ مطہر چوماتے تھے کیا یہ وہی حسین ہے جسکے متعلق یہ بیت مشہور ہے  
 چاک پیسے دکھ سے جاگی سگری رہیں      کن کن دکھ سے فاطمہؑ ہالال حسین  
 یہ وہی حسین ہے جس نے

سرداد نداد درست درد درست یزید      حاکم بنا لے لالہ است حسین

کی بنیاد ڈالی ہے۔ ہاں یہ وہی حسین ہے جس نے بقول انیس ہے



تباہی میں سفینہ آچکا تھا امت جد کا یہ کشتی بحرِ خوں میں ڈوب کر شرفِ نکالی ہو  
 کیا تاریخ عالم بحرِ مہو کو لہا کوئی اور ایسا خونی نظارہ پیش کر سکتی ہے یا اگر از حضرت آدمؑ تا اس دم کوئی سرکار  
 ایسی مٹی ہو تو بٹاؤ۔ اگر کسی گھر سے دو پہر میں اٹھارہ جانے نکلے ہوں تو کھاؤ۔ جیسا کہ شاعر کہتا ہے یہ  
 بیٹوں سے بھٹا باپ تو اور باپ پدرت اٹھارہ جانے نہیں نکلے کسی گھر سے  
 اگر کسی مرسل نے اپنی امت کی خاطر اپنا گھر لٹایا ہو تو کہو۔ اگر کسی بی کا دو دھڑپتا ہوا بچہ تیر کا نشانہ ہوا ہو تو  
 بتاؤ۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں یہ تو عرصہ تھا حقیق کا نہ فوری دے نہ شنید ہے بیشک یہ وہی حسین ہے جس نے  
 روز عاشورا اپنی غیرت میں دینا گوارا نہیں کیا اپنی انداپنے اقارب کی جہان کے ساتھ اپنے خدام کی تاراجی  
 آتشزدگی۔ اپنے دلِ حرم کی تباہی حتیٰ کہ سہری بھی گوارا کی اپنے بھائی منظر کر لیا کہ عابد ہمارے شریعت پناہ  
 طوق و سلاسل میں اسیر۔ ہر ایک قدم مجرم کی نقویہ بکابر عرکے بیا بانوں کو طے کرتا ہوا رہنہ پاشام تک جاے۔  
 لیکن امت پر کونج نہ آئے پائے بیٹیک

حسین جانِ گرامی فدائے امت کرد و راست اُمت اگر جاں کند فدائے حسین  
 اس قبلہ عالم کے امتدار داسے کو بند دین کے عزاوار دے اے امام حسینؑ کے غمخوار دے!!! حسینؑ کربلا میں  
 بلائے سنگین دنِ کج بول و دیاس کی شامت برداشت کی۔ عاشور کے روز تھوڑے بقی کی عزت کا گھر۔  
 مصیبت کے گداب میں جھنس گیا۔ عاشور کے روز محمد مصطفیٰ کا ہر اچھا باغ خرچہ لگایا۔ عاشور کے دن  
 امام حسینؑ پر تلوار چلائی گئی آپ کے سر مبارک کو بدنِ اطہر سے جدا کیا گیا

کیا رن میں ہوا آفتِ بُری پہلے ہی ہے لوگو بدیسی مسافر پہ چہری چلتی ہے لوگو  
 عاشور کے دن تیر دسٹا کے بل کھا کر اپنے نانا کی خدمت میں بدبو بچے۔ دشمنوں نے آپ کے صحاب آپ کے اعدا  
 و آپ کے فرزندوں کو قتل کر دیا نہیں مگر یہ حسینؑ دیر لای ہو گیا۔ عاشور کے دن وہ مجرم ہو چلی کہ رسولِ اللہ  
 کے نوشگفتہ اور شاہِ بھول مرجھا گئے۔ عاشور کی صبح کو گلشنِ محمدی سرسبز تھا لیکن ابھی شام نہ ہونے پائی  
 تھی کہ تمام باغِ نبوی کے بھول مرجھا گئے۔ فوہاں گلشنِ نبوی ان مولانا علیؑ مگر رسول اکرمؐ کے ہم نشین تھے۔  
 سناں کا بھل کھل کر راہی جنت ہوئے۔ گل نوشگفتہ باغِ حسینؑ علی صغیر کا بھل کھا کر اپنے پدر بزرگوار کی  
 آغوش میں اکام فرما گئے شدت سے خون جاری ہو گیا۔ امام حسینؑ نے اپنے جگر گوشہ کے خونِ ناحق کو چلوئیں  
 لیکر آسمانِ کعبہ طہ کا اور زمینِ کعبہ طہ خیال کیا لیکن دونوں طرف سے کچھ جانے ملا اور بھڑپٹیں لیکر اپنے  
 روئے مبارک پر لیا اور یہ فرمایا

انکارِ آسمان کو ہے راضی زمین نہیں صغیر تھا سے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں

آہ آہ اور دو گشتن احمدی کا گل تر۔ باغ علی کا تازہ بچوں مرجھا گیا۔ اے جادو حق پر چلے والو اے حسین کی غلامی کا دم بھرنے والا بیچ کو جس حسین نے نص ہماری شفاعت کے لئے صرت ہماری ہدایت کے لئے تین دن بھوک پیاس کی شدت برداشت کی اپنے اعزہ و رفقا کے ساتھ اپنا سر کٹوا دیا اپنا گھر لٹا دیا اپنے خبیوں کی آتشزدگی اپنے اہلیت کی خانہ بربادی گواہ کی۔ یرید یوں نے کچھ کھل کر کے زمین نینو پیر پور پور اور خونی مظلم کیا اس بیکس بظلم کے لئے ہلکیا کر ناچا ہے۔ آؤ ہم عاشقوں کے دن شہید ہونے کے لئے طعنہ کی یاد دہار قائم کر جس حسین کی عزت پر حسین کی مصیبت پر حسین کی مظلومی پر حسین کی بیکسی پر حسین کی معصوبی پر حسین کی بھوک پیاس پر زمین روٹاں، سرسریں ہر ترقی میں ہر فکرمیں ہر گھر میں مجلس عزا رجا میں بگڑ کر دل کو اٹکھدھتیں بنائیں جو حسین کے غم میں روئیگا یا عطا ہوئیگا یا روئیگا اس کے لئے جنت واجب ہے اس قول رسالت مآب کو عملی جامہ پہنائیں۔

تعبیر کر بانی تو کھینچی دماغ ما رہ مبتلا حسین نا اتم نا دماغ

اس قول صادق کا نقش دل پر چلائیں۔ اس سے مادی دنیا میں جہاں آئینہ اخلاق پر جلادوگی ہماری روحانیت رسا ہوگی ہم مکرام اخلاق کی تفسیر و تفاسیل اندان کی تقویٰ پر بن جائینگے اسکے بعد دوسری دنیا میں یعنی روحانی عالم میں ہمارا حکم کا سایہ ہمارے سر پہ ڈگا اہلیت ہمارے قفس ہوئے خون مٹھ رہا ہے دل سے دور ہو گا ہلی مراد سے با آسانی ہمارا مردہ گذر ہو گا بہشت کے دریچے ہمارے لئے کھل جائینگے قدسی ہمارا خیر مقدم کریں گے رضوان ہمیں طہرہ فنا داخلہ کا خالہ دین کا خردہ سناٹینگے۔ راضیہ مرضیہ کا پردہ ہمارے ساتھ میں ہو گا بدی پیش و سرت کا لشکر ہمارے ساتھ ہو گا، ایں دعا از من داد بگہ جہاں آئیں باد دہب لی والحقنی بالصالحین۔

حاضری جب حضرت جعفر طیار کا انتقال ہوا تو پیغمبر خدا صلعم نے حکم دیا کہ ہنر کے مجال کے لئے کھانا بھیجو۔ مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ بیروت ۱۳۱۵ھ، اگر رسول کا اسوۂ حسنہ مسلمانوں کے لئے قابل عمل ہے تو ائمہ حنین کی حاضری پر ہمارے سامنے نبوی سیرت ایک مستقل دلیل ہے اڈیٹر پیغمبر کے آنسو جب سے اہم کا انتقال ہوا تو حضرت رسول کا یہ عالم تھا فجعلت عینا رسول اللہ تذوقا قال ان العین تدبہ القلب یحزن (مشکوٰۃ المصابیح) آنکھوں میں آنسو پڑا رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ آنکھ روتی ہے اور دل دکھتا ہے۔ اڈیٹر

# بارگاہِ مظلوم کربلا میں سنی اہل قلم کے تاثرات

## شہادتِ امام علیہ السلام

از جناب مولوی محمد رفیع صاحب مدظلہ العالی

یہ قاعدہ ہے کہ انسان جس قدر بلند مرتبہ کا مالک ہوتا ہے اسی قدر اس پر ذمہ داریوں کا بوجھ اور اسی قدر اس کا بڑا دکڑا امتحان ہوتا ہے۔ دیکھ لیجئے ایک لڑکا جو دوسرے کلاس کا متعلم ہے اس کا کورس سہل و آسان ہے اور جو دوسرے کلاس کا سٹوڈنٹ ہے اس کا کورس مشکل و دشوار ہے۔ اور جو پھر اس سے بھی اوپر لے اے یا ایم اے کا سٹوڈنٹ ہے۔ اس کا کورس اور بھی زیادہ مشکل اور دشوار تر ہے اور پھر بی اے یا ایم اے کا امتحان لینے والا لڑکا ہر وقت اپنے کورس کے یاد کرنے میں لگا رہتا ہے اور اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ ہر وقت پڑھائی میں مشغول ہو لئے نہ کھلنے کی فکر نہ پینے کا خیال اور زرات کو سوتا ہے اپنے امتحان کی فکر میں ماحول سے بیخبر اور محنت میں جانا نہ بچتا ہے۔

اسی طرح بارگاہِ ایزدی کے مقبول و مقرب حضرات بھی مختلف مدارج رکھتے ہیں۔ اور ان مقبولانِ اکسی کے بھی حرب و مراتب امتحان سے گزرنا ہوتے ہیں۔ حضرت اکرم علیہ السلام آزماتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام کا امتحان لیا گیا حضرت یحییٰ و یوسف علیہما السلام

آزماتے ہوئے۔ حضرت خلیقِ السلام آگ میں ڈالے ہوئے اور پھر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو چوبیس برس اور پندرہ برس کے مالک ہیں جب زیادہ مشکلات مصائب و آلام کا سامنا ہوا اور یہ سارے نفوسِ قدیمہ علیہم السلام اپنے اپنے امتحانوں میں کامیاب ہوئے۔ اسی دستور کے مطابق حضرت امام حسین علیہ السلام کا بھی امتحان لیا گیا اور امتحان گاہ کے لئے میدان کربلا کا انتخاب ہوا اور اس مقدس ہستی کو اس قدر زور دیدہ قبول نے انتہائی ذوق و تہوق سے امتحان دیا اور کامیابی حاصل فرمائی۔

حضرت امام عایم مقام نے میدان کربلا میں جس اطمینان سے اپنے اعزاء و اصحاب اور اپنے جگر گوشے راہِ ضلالت سے بچاؤ کر دیئے اور پھر حبِ فدا پانہ و دالہ انداز سے اپنی جان قربان بھی اپنے مہلا کے سپرد اسی کے نام کے خاک و گردی اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام اپنے مجاہدانہ کی کس قدر محنت میں ایسے مخمور و مہر شار تھے کہ آپ نے اپنے محبوب کے دسمال دیدار کی مسرت و محبت میں سب کچھ ٹھکڑا دیا اور احساس نہ فرمایا۔

دیکھ لیجئے کسی شخص کا ایک دوست جو مرقول کے بعد اپنے دوست کو دہدار سے مشرت کر کے اپنی

آخوش میں لیکر خوب بھیچے تو اس کے بڑھدبانے سے اگر چھائی کی ہڈیاں ٹپنے بھی لگیں تو دوست اس تکلیف دہ راحت پائے گا اور اس تکلیف کو تکلیف نہ سمجھے گا بلکہ دوست سے الگ ہو نیکو اسکا دل ہی نہ چاہے گا۔ بلاشبہ حضرت امام علیہ السلام کو میدان کربلا میں بلا کر تجویز دینی پروردگاری نے اپنے دوست و خوب حضرت امام کو اپنی آخوش رحمت میں لے لیا اور حضرت امام نے اس آخوش رحمت میں پونچھ کر اپنے بچہ گوشتوں کے ٹکڑوں کے الگ ہو جانے کی بھی پردہ نہ فرمائی اور اپنا سب کچھ نام محبوب پر نثار کر دیا۔

اہل ظاہر کی نظریں تو حضرت امام علیہ السلام بے کس دے یا رور مظلومانہ طور پر میدان کربلا میں شہید کر دیے گئے اور باطل دہ کے کامیاب پورے محکوم نظر کے لئے ایک ایسا مقام امتحان و عشق تھا جس کے لئے حضرت امام کا انتخاب فرمایا گیا اور حضرت نے اس مقام عشق میں ایسی ثابت قدمی دکھائی کہ اس جنگ اہر صاحب دہان کا سر آپ کے اس کارناموں کے آگے فوایدت سے جھکا جاتا ہے اور ہر صاحبہ رد دل کی زبان سے صدائے مرجا آفرین نکلتی ہے۔ اور بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ ایں کارا قیاد و دریاں نہیں کھند

حضرت امام علیہ السلام نے اپنے حیم اقدس کو خون شہادت سے رنگین فرما کر امرت مرجہ کو یہ سبق دیا ہے کہ اگر خدا کے سامنے سرخ نہ ہوتا ہے تو رضائے حق کی خاطر اپنے جملہ تعلقات کو پس پشت ڈال کر خدا کے لئے تیار ہوجاؤ اور اپنے عمل پریم دسی کا دل سے طاغوتی طاقتوں اور شیطانی امادوں کے سامنے مردانہ وارڈٹ جاؤ۔ اور حضرت نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ غیر محنت و عمل کے حصول مستعد شکل و دشوار ہے ہر ہر شخص جو اللہ و رسول پر ایمان لایا ہے وہ علی میدان میں بھی قدم رکھے اور اپنے ناموس و وقار و اولاد و اجاب کی بھتوں کو پس پشت ڈال کر اپنی جان بھی مستھیلی پر ہلکھلا علاؤ کلہ کن کے لئے ہر طاغوتی و شیطانی طاقت کا مقابلہ کرے اور اس کو ششدر میں سب کچھ کھو نا بھی پڑے تو کھو دیا جائے کہ اس مقدس کوشش میں سب کچھ کھو کر بھی کچھ نہ کھو جائے گا۔

حضرت امام علیہ السلام کی بے نظیر قربانی ہمارے لئے درس عبرت ہے ہمیں اس سے یہ سبق لینا چاہئے کہ مسلمان دنیا میں طاغوتی طاقتوں اور شیطانی امادوں کو طاعت کر کے لئے آیا ہے مسلمان خدا کا سپاہی ہے یہ ایمان لہذا کا دین ہے اسے میدان عمل میں ہر ہر شیطانی طاقت سے لڑنا ہے ہاتھ سے زبان سے اور دل سے اسلام کا سپاہی جہاں خیراتیں پائے گا وہیں اٹھو منانے کے لئے ڈٹ جائے گا۔ بوجہ پیرا کا داد و در کی منافقانہ روش جن کا نام انبائے زمانے نے "بالیسی" رکھا ہے کہ کوئی کچھ کرے خدا کو گالیاں دے رسول کو ہر گز کسی سے کچھ مت کہو ای بے دنیا اور بے غیرت کو انام علیہ السلام نے سنا یا اور ہمیں یہ سکھایا کہ تم جہاں بھی کسی شریت غم کے غلات کوئی چیز باؤ تو اسے ہاتھ سے اگر نہ روک سکو تو زبان سے تو اسے روک کر اپنے

صاحب ایمان ہونے کا ثبوت لا۔

حضرت امام عالی مقام نے باجوہ و علو مرتبت و فضیلت و دیر تری کے عملی میدان میں قدم رکھا اور اللہ کے نام پر سب کے لئے یادگار کچھ ہم میں کہ باقاعدہ ہاتھ دہرے بیٹھے ہیں اور بڑی قربانی اپنے لئے کئے جا رہے ہیں اور یہ کہ کسی کچھلی گئی پس کر چھینی بھیگی گندھی ہندی جب اتنے دیکھ سب سے پھر جا کے قدموں پر لگی ہندی دیکھ پائے یا رتاک پر پہنچنے کے لئے ہندی نے کین کئی مصائب کا سامنا کیا؟ پھر ہم بغیر کچھ کے کس طرح حصول مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

غور فرمائیے۔ آج اگر ایک شہر دوسرے شہر تک ہی جانا ہو تو کس قدر مصائب آلام کا سامنا ہوتا ہے۔ پہلے بھوکے اگلے سواریوں کو سٹیشن پر پہنچے پھر ٹکٹ لینے کے لئے ہزار دقت کا سامنا سیکڑوں کے ہجوم میں دھکے کھاکر اور کپڑوں کو پھونک کر کبیں تک نہ جاتا تو اب گاڑی میں اتار دیا ہے کہ کوئی بھلنے کے لئے تیار نہیں گاڑی کے قریب تک کوئی آنے نہیں دیتا اور خود اندر کر کے کہیں اندر گھس بھی گئے تو زار دھکے کھا کر اب بٹھنے کے لئے بھی کوئی جگہ نہیں۔ پھر بیٹاب وغیرہ کی ضرورت ہو تو اسے ملتی کچھ جتنا کہ آپ اپنے سٹیشن پر پہنچ کر گاڑی سے اتر نہ جائیں اس قدر تکالیف کے بعد آپ ایک شہر سے دوسرے شہر تک پہنچتے ہیں۔

تو اب خیال فرمائیے کہ قرب کسی کے لئے کبھی تو کسی آزمائش و امتحان کی ضرورت ہے۔ خدا تک پہنچنے کے لئے بھی انسان کو بہت سے مراحل طے کرنا ہیں۔ اور ان مرحلوں سے عملی طور پر گذر کر امام حسینؑ علیہ السلام نے دکھایا۔ لئے کاش اسے مسلمان حضرت امام کے اس درس عبرت سے کچھ حاصل کریں۔

یاد رکھئے حضرت امام عالی مقام کے اس عظیم الشان ایثار اور اس بے نظیر قربانی کو محض سن لینا کافی نہیں ضرورت ہے کہ حضرت کے ان واقعات کو بڑے شکرانہ کو ہم اپنے لئے مشعل راہ بنائیں اور ان سے فائدہ اٹھائیں۔ صرف رو لینے سے قیوموں کے نہیں بھرتے ہیں۔ جانفشانی بھی ہے لازم شک افشانی کے ساتھ آنکھ میں آنسو ہوں دل میں ہو شہر زہر گی سوجھنا آتش بھی ہو جیتے ہیں پانی کے ساتھ

مصیبت عظمیٰ حلب کے راستہ میں کوہ حبش پہ ایک پہاڑ کی کان ہے جکے فوٹو مسدود ہو گئے ہیں اور راز اس کا یہ بتایا جاتا ہے کہ حضرت سید الشہداء روحی نوازہ کے الحرم میں ایک بی بی حاملہ تھیں بہری کے مصائب سے ان کا حمل ساقط ہو گیا اور جب اس مظلومہ زید شمنوں سے پانی مانگا تو اس حالت مرض میں بھی کسی نے پانی نہ دیا اور سخت و سست انفا کا کہ ان معجز نے دھکے دے دیں جس کا نتیجہ ہو ان کا سن دن سے جو فائدہ اٹھا نا چاہتا ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا دعا بابت اوقات قرآنی ص ۲۲ مطبوعہ مصر

# واقعہ کربلا (ایک مکالمہ)

عالیجناب پروفیسر خواب مل صاحب خفی ساقی دہلی تعلیم ریاست جونا گڑھ

ہر سوں جب مجھے مدرسہ ابو اہلین کے رسالہ ادوا غلط کے فاضل اڈیٹر کا خطا ملا جس میں لکھا تھا کہ واقعہ کربلا پر ایک مضمون لکھ کر دو مہینے میں بھیج دیجئے تو میرے اکاٹک زارا خیال درست یوں کھنکے گئے۔  
دوست واقعہ کربلا کی تشریح و توضیح زبان و قلم سے لاکھوں مرتبہ ہو چکی ہے پھر بھی اُسی ایک مضمون کی بار بار دہرانے کی فرمائش ہے۔

میں۔ جناب آپ نے کبھی "لسان الغیب" کے اس شعر پر بھی غور کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

ایک قصہ بیش نیست ظم عشق و این عجب کز ہر کسے کہ می شنوم نامکر راست  
داستان عشق جب کبھی اور جلیق مرتبہ بیان ہوتے ہے سجا عاشق منکر تزیں جاتے ہے اور یہ نہیں کہتا کہ  
یہ قصہ تو میں سن چکا ہوں۔ واقعہ کربلا بھی جب کبھی بیان ہوگا نامکر ہو گا اسلئے کہ یہ اسی ظم عشق  
کی داستان ہے جس کا عنوان یہ ہے۔

ان صلاقی و نسکی و عیای و معافی للہ رب العالمین۔ (سورہ انفام)

بیشک میری ناز۔ میری قرانی۔ میرا جینا میرا مرنا (سب) اللہ کے لئے ہے جو سارے جہان کا  
پالنے والا ہے۔

دوست۔ یہ شاعرانہ تعبیر ہے اور پھر شعر بھی ایسے شاعر کا بڑھا جگے دیوان کا پہلا مصرعہ

اکلایا ایھا الساقی ادرکاسا ونا ولھا

اس ناسق و ناہر کے ایک مصرعہ کی نقل ہے جسکے باعث واقعہ کربلا پیش آیا۔ کیا لسان الغیب کو  
مشہور عالمی شاعر طرہ اور اسوی اور عباسی دور کے شعرا اخطل اور انو اس کا کوئی زمانہ شعر  
نہ ملے یزید کی کاہ لسی کہنے لگے؟

میں۔ جناب اپنے طرز نہیں کیا کہ لسان الغیب بجائے کاہ لسی کے یزید کے ساغر سخن کو کس خوبی سے

اُلت دیا اور اسکی شرب شہر نکال کر اپنے شعر کو آب حیات بنا دیا۔ یزید نے کہا تھا۔

انا المسموم و ما عندی بتریاق و کلا لاقی ادرکاس ونا ولھا اکلایا ایھا الساقی

میں زیرِ غددہ ہوں میرے پاس تریاقِ بحرِ جزیرِ منتر ہاں لے ساقی جامِ شراب لا اسبجے دیدے  
لیکن لسانِ الغیبیوں بدل دیا

الایہا الساقی اور کا سادنا دہما۔ یہ کہ عشقِ آسمانی نمودِ اول دے افقِ مشکلا۔

دوست۔ اس موقع پر میں شاعرانہ خیال بندی پسند نہیں کرتا۔ آپ کوئی معقول وجہ بیان کریں۔ کہ واقعہ  
کربلا کی تکرار سے فائدہ کیا ہے۔؟

میں۔ اپنے قصصِ قرآنی پر کبھی غور کیا ہے کہ ایک ہی قصہ مختلف سورتوں میں بار بار بیان ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت  
موسیٰ کا قصہ بمعجلہ ۱۱۲ سورتوں کے ۴۲ سورتوں میں منقول ہے۔ یہی حال اور بھی قصصِ قرآنی  
کا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ معقولہ اصلی قصہ خوانی نہیں ہے بلکہ سامع کے ذہن کو مطبوعات پر لطف و  
انعام خداوندی اور ظالموں پر قہر و عذاب الہی کی طرٹ منتقل کر کے ایک قلبی کیفیت ترغیبِ تربیب پیدا  
کرتا ہے۔ جبچہ سورت میں اس قصہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے نئے نئے اسلوب سے قادر الکلامی کے ساتھ  
مقصود اصلی کی طرٹ توجہ دلائی جاتی ہے جس سے سامع کو لذت تازہ حاصل ہوتی ہے اور چشمِ بصیرت  
کھل جاتی ہے۔ واقعہ کربلا بھی اصل میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی عملی تعلیم ہے نہ حصولِ غلا  
کے لئے ناکام کوشش جیسا کہ نا فہموں نے سمجھ رکھا ہے۔ خداوند پاک نے امت محمدی کو خیر الام کا لقب  
دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

کنتم خباہمت اخرجت للناس تامرون بالمعرف وتنهون عن المنکر وتؤمنون  
باللہ (ال عمران) تم ایک بہترین امت ہو جسے لوگوں کی خدمت و ہدایت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔  
تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور بدی سے باز رکھتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

تایخِ ہلام کا با معان نظر مطالعہ کیجئے صاف نظر آتا ہے کہ حضرت امام حسین نے محیر العقول  
طریقہ سے خیر الام کے لقب کی لاج ایسے وقت میں رکھ لی جب ”ادوالامہ“ کے غلط مفہوم نے خدا  
در رسول کی اطاعت سے انحراف کر کے دین سے بغاوت کا حکم کھلا اعلان و دشمن سے کمر دیا تھا  
اس بغاوت کے طاغوتی ایٹیم کو آسمانِ امارت کے شہنائی تپتے خاک سیاہ کردیا۔ حقیقی فتح  
صدقات اور نہایت کو نصیب ہوتی ہے۔ حیثیت زندہ رہی اور ہمیشہ زندہ رہیگی جب تک سچو حق  
نمازدں میں آں محمد پر درود بھیجا جائے گا۔ جب تک نقلین سے تسک جزا بیان رہے گا اور جب تک قلب  
مومن میں دردِ ملت رہے گا حسینی کارنامہ کی رنج برداریادگار جذبہٴ عمل صالح پیدا کرنے کے لئے  
بار بار دہرائی جائیگی اور نفسیاتی اور فادری چلوؤں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اقصائے عالم میں منائی جائیگی

کمر بلائے خوں نشان ایفائے پیمان الست      فتح المذابح جہاں ہے تیرے ظاہر کی شکست  
ذکر سے تیرے رہ گیا تاقیامت حق بلند      دوجہاں میں تابید باطل رہے گا خوار و پست  
دوست۔ یا شاہ ادب آپ شاعر بن گئے اور جناب واعظ بھی۔

میں نہیں بھائی میں نہ شاعر ہوں نہ واعظ نہ مولانا میری حالت یہ ہے۔

میں نہ مٹا نہ فقیہ نہ کلمہ ور      نے مرا از فرد در ویشی خبر  
از تپ و تپام نصیب خود بگیری      بعد ازیں ناید چمن مود فقیر

دوست۔ سبحان اللہ! یہ تو اقبال کے اشعار ہیں۔ واقعہ کو کلمے کے متعلق کوئی عمدہ شعر ان کا نہ ہے۔

میں۔ سنئے۔ گزشتہ صدی میں جب مصر شیرہ طائیہ کے پیچھے آگیا۔ رند فرانس نے مراکش کی بچہ دہی بچھادی  
اور آں خیور کا چرخ ہندوستان میں گل ہو گیا تب خود مختار نہ حکومت کے زوال پر مسلمان آئندہ ہانے  
لگے پھر جب عالمگیر جنگ دل کے بعد رہی سہی ترکی خلافت کا نام بھی مٹ گیا اور بلاد اسلامیہ میں د ول  
یاد رہے گا کہ کون کون سے کس کس پر دھم سے دل سے یہ شعر کہا ہے۔

ریگ عراق منتظر۔ ارض حجاز تشنہ کام      خون حسین باز دہ۔ کوفہ دست ام خویش را  
آہ اقبال اب غلغلہ نشین ہیں درہنہ اس دوسری عالمگیر جنگ کے ختم کے بعد جب ہر ملک فرزدان تو حید  
نئی اور پرانی دنیا کے تشلیشی شکستیں کس کس لئے ہیں وہ یوں کہتے س

دیں کہ بہ ابتدا غریب بود غریب گشت باز      خون حسین باز دہ دین غریب خویش را  
ہندوستان میں اب "بلڈ بنک" کھل گئے ہیں جہاں ہمدردی کے خوش میں لوگ پنا خون نذر  
کرتے ہیں۔ دین غریب کو جب نئی خون صالح کی ضرورت ہے تاکہ مسلمانوں میں عزم راسخ خلوص  
نیت۔ حمایت حق۔ اور اطاعت خالق کے جذبات عالیہ پیدا ہوں۔ یہ انقلاب کا زمانہ ہے جب  
کارنشی جاں بھلا ہے اور ہمارا دھمکہ مٹ گیا نہ ہے۔ عدم تشدد کی پالیسی کی تلقین کے ساتھ

لے رسول اللہ صلعم نے فرمایا ان (الدين) بلاخر یجاد و سیدو دالدین مکا بلا یعنی دین اسلام کا آغاز ایک حبشی سانری  
طرح ہوا ہے اور قریب جنگ کہ وہ پھر ویسی ہی حالت میں ہو جائے۔ عام طور سے اس حدیث کے یہ معنی لئے جاتے ہیں  
کہ قیامت کے قریب جب حال پیدا ہوگا تب بن غریب ہو جائے گا لیکن حدیث نبوی کے الفاظ سیدو دالدین کے مکمل ہونے  
شہادت ہرگز ہو کر کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ پھر شور مچاں فتنات تین دن پورہ رہا ہوتی دین غریب پھر تاحہ  
برس کے بعد جب شمع امامت میدان کو کھلیں گل کر دی گئی تو خراج و جال سے پہلے ہی قیامت آئی اور رسول صلعم  
کی پیشین گوئی سچی ثابت ہوئی۔ (دیکھو شہید حق ص ۱۸)



”جے ہند“ کے غریب کانوں میں گونج رہی ہے اور ساری کے گوشے پیش نظر ہیں۔ اسی حالت میں حیثیت کی تعلیم ایسی آنا دی ہے جو خالق کی جان و دل سے اطاعت، مخلوق کی بے ریا خدمت اور فتنہ و شر سے نفرت پر مبنی ہے۔ یاد رکھئے واقعہ کو بڑا محض غم و الم کے اظہار کے لئے نہیں ہے۔ یہ طوفان حوادث اور ظلم و جور کے بے پناہ طغیانی میں امارا کوہ جودی ہے یہ سیاسیات کی دنیا کی پر شور و شر میں اہلای نظر یہ سیاست کی تبلیغ کا ایک بھی نہ فراموش ہونی والا متم بالشان کا زائر الہیت ہے جو طرح حضرت مسیح کی سچی تعلیم سنٹ پال کی بدولت تثلیث کے قالب میں ڈھل گئی اسی طرح یزیدی حکومت کا خونخوار عیڑیا اہلای خلافت کے عیمنہ کی کھال اڑے سے جھٹے آئینہ منلوں کو گر لگ شئی کا تماشہ دکھا رہا ہے اگر حسین فوج عظیم کا سربا در در مگر ذرانی منظر ہمارے پیش نظر نہوتا۔

اور حیات جاودانی کے حصول کا طریقہ نہ سکھاتا۔ قطعہ  
بھلکتا جام کوثر کا بے حق کے نقشہ کام آؤ      بھجا د شعور باطل کو تیج حق کے پانی سے  
ہو حق کے لئے حق کی حمایت میں لڑو      ملا دو سلسلہ اپنا حیات جاودانی سے  
دوست۔ بیشک اس فتنہ آخر زماں میں جب ہر طرف سے حوادث کے طوفان اٹھ رہے ہیں واقعہ کو بڑا  
کی اسی یاد جو جذبہ عمل صالح پیدا کرتے مسلمانان عالم کے لئے سفینہ نجات ہے۔ فریقین کے  
خانہ ہمانہ زلت جھگڑے جس سے اغیار نازہ اٹھا کر بھوکے ہیں بے ہیں اگر مرث سکے ہیں تو اس طرح  
کو اسی سفینہ نجات میں پناہ بچاؤ۔

میں۔ اس میں کیا شک ہے۔ بس دعا کیجئے کہ ہم سب کو دواعیہ صلوٰۃ، بجل اللہ جمیعاً بہ صدق دل  
اور خلوص نیت سے عمل کی نیکی تو فیق خدا کے کریم اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے  
طغیان میں غلا فرمائے۔

رسول کا زار و قطار رونما۔ بی بی عائشہ سے روایت ہے کہ جب عثمان بن مظعون نے سوال کیا تو جینے  
دیکھا کہ مرسل نے انکی خوش ہر سو دیا اس طرح کو انگوٹوں سے آنسو مسلسل بہ رہے تھے ایمن و ان لا قہدیل باب العین مسئل  
و دشمنوں کی شکایت کسی نے حضرت ابوب سے پوچھا کہ آپ استہان میں سب سے زیادہ سخت کو کسی مصیبت تھی  
تو آپ نے فرمایا دشمنوں کی شکایت (روض الاخبار خلاصہ رجب الاولیٰ ۱۳۵۴) انڈیا

حسین بن علی نے بھی شکایت اعداء پر صبر کیا اور سوال آپ پر دشمن جواب دیتے تھے کہ اے حسین جہارا گمان  
ہے کہ ابا تمنا سے مائی کوثر ہے (دعا کو دی پانی پلائیے)

# دکنی شہادت نامے

عالمیناب مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی منشی فاضل چیدکا باد کے وہ مشہور ادیب ہیں جنہوں نے زبان کی خدمت میں واقعہ کرنا کی وہ غیر فانی خدمت انجام دی ہے جس کا دنیا کے تشیع کو فکر گذار ہونا چاہیے۔ ہم مہدج کے معنی میں کہ ہماری تحریک پر یہ عقائد خصوصی عقیدت سے الوداعہ کے لئے پیر قلم کیا گیا۔ الوداعہ

گیارہویں صدی ہجری کے آخر تک دکن میں اردو زبان دکنی سے موسوم تھی اسکے بعد وہاں اردو کا استعمال ہونے لگا۔ یہاں ہم بعض دکنی شہادت ناموں کا قارئین کرتے ہیں امید کہ موجب کجی ہو۔

دکن کی خود مختار سلطنتوں میں جو علم و فن کی ترقی میں ایک دوسرے پر سبقت لہجہ کرتی تھیں مجالس میلاد اور مجالس عزا کا خاص منہ ستور تھا۔ مجالس عزا میں اولاً تو غنیمت کا شہی کے بند پر بٹے جاتے تھے مگر چونکہ دکنی زبان عام طور سے مزج تھی اس سبب سے مرثیوں کا دکنی زبان میں لکھا جانا ناگزیر تھا چنانچہ ایک خاص گروہ مرثیہ گوؤں کا پیدا ہو گیا اور کثرت سے مرثیے لکھے گئے۔

گو گولڈرہ کی قطب شاہی اور بیجاپور کی عادل شاہی سلطنت چونکہ امامیہ مذہب کی پیروی کرتی تھیں یہاں شاہی عاشور خانے موجود تھے۔ قطب شاہی سلطنت میں ایام عاشورہ کا کام قلم دین فیرت فقارہ موقوف رہتے گوشت اور پان کی دو کائیں بند ہو جاتیں۔ تمام مسلمان اور ہندو بلا تفریق مذہب یا تم میں شریک ہوتے تھے۔ سلطان محمد اور عبداللہ قطب شاہ کے زمانہ میں ہر شہر شاہی عاشور خانوں میں مرثیہ خواں اور مداح شہداء جمع ہوتے دکنی زبان میں ملائی اور مناقب پڑھے جاتے جبے ہم تعویذ داری ادا ہوجاتے تو حکومت کچا جسے سب کی دعوت ہوتی مگر اس میں بے گوشت کچہ غذا میں ہوتی تھیں۔ گو گولڈرہ کی ہر گلی و کوچہ میں یہی ہوتا تھا۔ چھٹی تاریخ کو عاشور خانہ کے باہر کے علم اٹھائے جاتے تھے ان کے ساتھ بھان اٹھ اٹھارہ ہاتھوں میں مشعل لئے ہوئے اور ڈاکر مداح مرثیہ خوان اور مرانی اشعار پڑھتے ہوئے ساتھ ہوتے۔

دسویں تاریخ کو خود سلطان سیاہ لباس میں برہنہ پا علبوں کے ساتھ ہوتا تھا۔ مرثیہ خواں آگے آگے مرغیہ پڑھتے جاتے۔ واقعات شہادت اور احوال گرفتاری حرم محترم بھی سناتے جاتے۔ اس طرح اس زمانہ میں کثرت سے مرغیہ اور شہادت نامے لکھے گئے تھے۔

ہمیں ہے کہ قدیم دکنی شہادت ناموں کا بہت کم ذخیرہ اب باقی رہا ہے اور جو موجود ہے وہ بھی عام دست رس سے باہر ہے دو ڈھائی سو سال کے طویل زمانہ کے جن شہادت ناموں سے ہم واقف ہیں انکی مختصر

صراحت بیان کی جاتی ہے۔

(۱) پہلا شہادت نامہ ”نوسر بار“ سے موسوم ہے جو سلسلہ م میں اشرف نے لکھا ہے اور احمد نگر میں تصنیف ہوا ہے۔

اس کے ایک ہزار آٹھ سو شعر ہیں۔ دکنی زبان میں یہ پہلا شہادت نامہ ہے کئی باب پر یہثنوی منقسم ہے۔ تیسرے باب سے واقعات شہادت شروع ہوتے ہیں۔ ابتدا اس سے ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریل نے خبر دی کہ امام حسن اور امام حسین شہید ہو جائیں گے۔

اشرف کے متعلق ہمیں کوئی تفصیلی واقعات کا علم نہیں ہے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ دکن کے رہنے والے تھے۔ شیخ ضیاء سے بیعت حاصل تھی شیخ ضیاء الدین قند بار دکن کے ایک مشہور بزرگ تھے ”نوسر بار“ ایک افسانہ کے طور پر منظم ہوا ہے۔

(۲) قطب شاہی حمد کا جو شہادت نامہ ہکو ملا ہے وہ ”قصے حسینی“ سے موسوم ہے سلسلہ م میں اسکی تصنیف ہوئی ہے اس ثنوی کا مصنف کوئی شاخو خوں شخص ہے۔

خوہ کے متعلق بھی ہمیں تفصیلی حالات کی خبر نہیں ہے۔ اسکی ثنوی سے جمالات معلوم ہوتے ہیں ان سے پایا جاتا ہے کہ وہ فقیر مرث صوفی تھے۔ قادریہ طریقہ میں بیعت حاصل تھی۔ شاہی دربار سے کوئی تعلق نہیں تھا انکو اپنی شاعری کا دعویٰ نہیں ہے۔ ان کا بیان ہے کہ اس کتاب کو انھوں نے ایک بشارت کی بنا پر لکھا ہے۔

قصے حسینی میں اسی زمانہ کے رواج کے مطابق اول حمد نعت اور منقبت وغیرہ ہے اسکے بعد اصل نفس مضمون شروع ہوا ہے۔ شہادت کے واقعات کو ایک قصے کے طرز ہی میں نظم کیا ہے۔ حیرت میں صدق و کذب کو جگہ دیکھائی تھی ہر طرح ثنوی میں بھی صحیح اور اصلی حالات کے ساتھ ساتھ قطعاً واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں۔

اس ثنوی کی ابتدا اہل مرگ صراحت سے ہوئی کہ ایک بزرگ نے آنحضرت کو امام حسین کی شہادت سے مطلع کیا تھا۔ اسکے بعد آنحضرت کی شہادت خلفائے راشدین کی حکمرانی کے متعلق مختصر وضاحت کے بعد میر معادیہ کی حکومت

کا بیان ہے جس میں اسکی بیان کیا گیا ہے کہ مدینہ میں ایک حسین و جمیل خاتون زینب نام تھی جو عبداللہ ابن ابی بکر کی بی بی تھی۔ زینب نے انکو دیکھ کر پاپائش کا تیر جگر کے پار ہو گیا۔ آخر حکومت کے زور سے انکو طلاق دلائی گئی زینب نے بھلے بزد کے امام حسن سے عقد کر لیا۔ زینب نے اسی دشمنی کے باعث انکو زہر سے ہلاک کیا۔ اور امام حسین سے

جنگ کرنے کے لئے فوج روانہ کی۔ اس تفصیل کے بعد امام کی شہادت کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ شہادت کے بعد پھر یہ بیان کیا گیا ہے کہ محمد بن حنفیہ نے ہمیں یہ مکر زید سے ملاقات کی اور اسکی قتل کیا اور محمد امام زین العابدین کو بادشاہ بنایا گیا۔

اس تفصیل سے واضح ہو سکتا ہے کہ قصبہ حسینی درہل قصہ ہی ہے جب میں اصل حالات کے ساتھ بہت کچھ غلط طور پر بھی لکھے گئے ہیں۔

(۳) تیسرے شہادت نامہ ”روضۃ الشہداء“ ہے سلسلہ میں یثربی مرتب ہوئی ہے مصنف میردلی فیاض ولی دیوار ہیں۔

دکن میں ولی مجلس کے دو شاعر قریب قریب پانچ سو برس ہیں۔ ایک تو ولی اورنگ آباد جن کا انتقال ۱۱۸۸ھ میں ہوا ہے۔ دوسرے میردلی دیواری جو علاقہ مدراس سے ملحق رکھتے ہیں ابتداء میں وہ سات گز کے صوبہ دار کے یہاں فوج میں ملازم تھے پھر سروس کے فائدہ دار کے یہاں ملازمت اختیار کی آخر زمانہ میں اپنی جاگیر پر پٹ علاقہ مدراس میں مقیم ہو گئے تھے اور وہاں ہی انتقال ہوا۔ سنا متعال نامعلوم ہے۔ ولی دیواری اپنے عہد کے مشہور شاعر تھے ان کی کئی ایک شہادیں مشہور ہیں۔

روضۃ الشہداء درہل ملاحسن الکاشفی متوفی ۱۱۸۸ھ کی فارسی روضۃ الشہداء کا وکی ترجمہ ہے۔

یثربی وہ مجلس میں ختم ہوتی ہے اسکی تفصیل حسب ذیل ہے۔ پہلی مجلس میں آنحضرت صلی علیہ وسلم کی وفات کا تذکرہ ہے دوسری میں فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی وفات کا بیان ہوا ہے۔ تیسری مجلس میں شہادت حضرت علی اکرم اللہ کا تذکرہ ہے۔ چوتھی مجلس شہادت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام ہے۔ پانچویں مجلس میں شہادت مسلم بن عقیل جعفی مجلس میں فرزند امام کی شہادت ساتویں حضرت امام حسین کی روحانی اولاد شہادت آٹھویں مجلس میں شہادت اصحاب اور اقربا حسین کا ذکر ہے۔ نویں مجلس میں شہادت امام حسین کا تذکرہ اور دسویں مجلس میں شہادت کے بعد واقعات پیش کرتی ہے۔

ایک عرصہ دراز تک لی اورنگ آباد کی ایک تصنیف وہ مجلس ہی خیال کی جاتی تھی مگر ہم نے یہ دلائل ثابت کر دیا ہے کہ ولی کی وہ مجلس درہل ہی روضۃ الشہداء ہے۔

(۴) چوتھا شہادت نامہ ”وہ مجلس“ نام ہے اس کا مصنف عبداللہ بن حافظ علی مطلبی ہے۔

یہ یثربی درہل صیف بن خلف زہباری کی فارسی نثر وہ مجلس کا وکی ترجمہ ہے۔ فارسی وہ مجلس ۱۱۸۸ھ باب پیش کرتی ہے لیکن اس وکی میں ۱۱۸۳ باب ہیں پہلے سات باب میں حضرت آدم۔ ابراہیم۔ موسیٰ۔ سلیمان۔ عیسیٰ اور آنحضرت کا تذکرہ ہے۔ اسکے بعد ادریدر دندان مبارک کی شہادت حضرت

علی کی فضیلت۔ فضیلت سلیمان وغیرہ کا تذکرہ ہے آخری باب میں شہادت امام حسین کا بیان ہے۔

اگرچہ وکی وہ مجلس فارسی کا ترجمہ ہے لیکن اس کو وکی ترجمہ نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔

(۵) پانچواں شہادت نامہ ”دوازدہ مجلس“ ہے اس کا مصنف عطا ہے یہ شہادت نامہ وکی

سے ظاہر ہے بارہ مجلس یا بارہ باب میں مکی تفصیل حربی ہے۔

ذوات آنحضرت۔ وفات فاطمہ زہرا۔ شہادت حضرت علی۔ حالات امام حسن۔ وفات مسلم بن عقیل۔ شہادت فرزند ان عقیل  
شہادت حر۔ شہادت قاسم۔ شہادت عباس۔ شہادت علی اکبر۔ شہادت علی مصغر۔ شہادت امام حسین۔  
یہ کتاب نثر میں ہے لیکن ہر مجلس کے آخر میں ایک نوحہ یا رثیہ بھی درج کیا گیا ہے۔ جس سے کہ مصنف کے حالات  
کی ہمیں خبر نہیں ہے

(۶) دکن کا ایک مشہور شہادت نامہ روضۃ الاطہار ہے جو کابل میں تصنیف ہوا جو اسکے مصنف حمید آباد کے مشہور شاعر  
نادرش علیخان شیدا ہیں۔ شیدا حضرت اکھنڈانی کے سرائے تھے عاشق و عاشقی سے منظم ادب شاعری جماعت مرثیہ خواں اور غزلی  
تھے شیدا پر کثرت شعور و مہر و سلیقہ کے علاوہ انکی دنیویاں شوہر ہیں۔ ایک روضۃ الاطہار اور دوسری سجاد احمد جو آنحضرت کی سیرت پر مشتمل جو۔  
روضۃ الاطہار میں بھی آنحضرت سے لیکر امام حسن تک ہر امام مہموم کی شہادت کا تذکرہ ہوا ہے۔  
(۷) ریاض الجنان اسکے مصنف لا با اثر آگاہ ہیں۔ آگاہ کے مجدد عرب اکبر ابو یوسف محمد بن ابی بکر کے والد محمد بن یوسف نے دیوبند قاضی  
ہوئے آگاہ کی پیشکش ہوئی وہ ۱۲۷۰ھ میں بغداد میں انتقال ہوا۔ آگاہ اپنے زانہ کے ایک جدید عالم اور زہر و شاعر تھے۔ آواز گراوی  
پڑھنے پر چار سو فقرے صریح و جوی کے تھے جس سے انکی عربی اور فارسی قابلیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

آگاہ کے تصنیفات عربی اور فارسی کے علاوہ اردو یا دکنی میں بھی ہیں چنانچہ انکی تعداد (۱۶۷) ہے تمام کتابیں سیر  
نقد۔ عقائد مناقب پیش ہیں اور سب کی سب منظم ہیں جیکے اشعار کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ آگاہ نے ریاض الجنان  
میں مناقب ملیت اور واقعات شہادت امام حسین کا تذکرہ کیا ہے ۱۲۷۰ھ میں اسکی تصنیف ہوئی ہے۔

(۸) ۱۲۷۰ھ میں ایک شہادت نامہ منظوم وہ مجلس کے نام سے کھلیا جو میر عالم کے نام سے موسوم ہوا جو مصنف کے نام کی کوئی تحقیق نہیں ہو سکی  
بہت ممکن ہے خود میر عالم اسکے مصنف ہوں مگر تحقیق کیساکوئی خیال ظاہر نہیں کیا جاسکتا اسکا آخری شعر حربی ہے۔

یہ ہوئی میر عالم پہ عنایت شفا دنیا میں عقیل میں شفاعت

(۹) روضہ ہندی یا رثیۃ الشہداء ایک اور شہادت نامہ ہے کہ مصنف حکم ظفر کوئی شاعر کے متعلق نہیں ہے کہ جس کے معلومات  
میں نہیں ہیں ۱۲۷۰ھ میں یہ کتاب تصنیف ہوئی ہے کتاب منظوم ہے۔

(۱۰) بوستان شہادت نامہ ایک شہادت نامہ ۱۲۷۰ھ کے قریب تصنیف ہوا ہے اسکے مصنف یحییٰ احمد بن سید درویش ہیں۔  
پیشہ میں شہادت کے حالات غم میں لکھے گئے ہیں آخر میں مصنف کا ایک مرثیہ در با اثر آگاہ کی کتاب ریاض الجنان کا مختصر اقتباس  
بھی پیش کیا ہے۔ جہاں تک ہماری تحقیق ہے یہی دس شہادت ناموں کا پتہ چلا ہے جن میں صرف ایک یعنی رثیۃ الشہداء  
مختلفہ ذیل دیوبند میں ہی شائع ہوا تھا مگر اب وہ نا پایہ دوسرا کوئی شہادت نامہ طبع نہیں ہوا ہے۔

۱۲۷۰ھ کے بعد بیرون کتابیں نظم و نثر میں شہادت کے متعلق لکھی گئیں شائع ہوئی ہیں لیکن یہ تذکرہ ہمارے عنوان سے خارج ہے۔

# سنے حضرت امام حسین کیا درس دیتے ہیں

از جناب ڈاکٹر نجم الدین احمد صاحب جمعی حنفی

محرم کا مہینہ آگیا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب سردار جوانان بہشت ۷۲، آدمیوں کی ایک مختصر جماعت کے گھر میں  
اہل و عیال بھی شامل تھے، اطلاع رکھنا سخت کے لئے فوراً سلام کو ظلمت کے گھیرے سے بچانے کے لئے۔ اسلام  
کے عز و وقار کو بڑھانے کے لئے اور اسلامی عظمت و شہرت کا سکھ بھانے کے لئے کہہ لیا جو نچے در اسلام پر نثار ہو کر  
حیات جاودانی حاصل کی۔

ہرگز نہ میر و آکر دلش زندہ شد بخت  
نیت است بر جریدہ عالم دوام ما

وہ میں جب ان کو ڈرایا گیا تو فرمایا

سامضی و بالموت عار علی الغنی  
اذا مارای حقاً و جاهد مسلماً  
میں اپنا ارادہ پورا کر دینا اور مرد کے لئے موت دلچسپ  
جب حق اسکے ہمیں نظر آئے اور وہ اسلام کو بگاڑ کر بگاڑا ہے  
آج بھی اسلام خطرے میں ہے منافقین و معاندین کا ایک گروہ اسلام کی جمعیت کو کمر در کرنے کی فکر میں ہے  
وہ ایسے ماحول میں ہیں کہ بالکل وہی صورت پیدا ہو گئی ہے جو کہ قرآن پاک میں کہتا ہے اذ قتل لہم ولا  
تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انہم هم المفسدون و لکن لا یشرعون۔

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں کہ مرث ہمیں تو اصلاح کرنی چاہیے۔ خبردار! بینک  
جو لوگ مفسد ہیں لیکن ان کو شعور نہیں۔

و غن ترغیبات و ترہیبات سے ان کی اصلاح فرمائی کر رہے ہیں اور وہ یہ نہیں دیکھتے کہ جمعیت میں بیوٹ  
ڈالنے کا دنیاوی دنیاوی نتیجہ کیا ہو گا رسول کریم کی یہ حدیثیں ٹھکرائی جا رہی ہیں۔

(۱) یا کفر و فساد ذات البین فانہا فی الخالفہ الا انہ نے کواہی فساد پھیلانے سے بچاؤ اسلئے کہ  
وہ جمعیت کو برباد کر رہا ہے۔

(۲) المؤمنون کرجل واحد ان اشتکی عینہ اشتکی کلہ وان اشتکی کلہ وان اشتکی کلہ  
تمام مومنین مثل جسم واحد کے ہیں کہ جب اسکی آنکھ درد کرتی ہے تو اس کا سارا بدن درد کرتا ہے۔ اسی طرح جب  
سر درد کرتا ہے تو سارا بدن بے چین ہو جاتا ہے۔

جو لوگ نا اتفاقی پیدا کرتے ہیں انکے لئے کہا گیا ہے۔

(۳) ملعون من ضاد و مناد و مکربہ دور ہے درگاہ آسمی در رحمت الہی سے وہ شخص کہ ضرر پہنچانے کسی مسلمان کو (ظاہر میں) یا چال چلے

ہم ہندی ہیں مگر ہندو نہیں، ہماری تاریخ جدا، ہمارے روایات جدا، ہماری تہذیب جدا تمدن جدا اور ہمارا مذہب جدا، ہمارا مذہب وہ مذہب ہے جو ایسا انقلاب قلبی و ماعلیٰ اور ذہنی پیدا کرتا ہے جس سے اس میں جتنی پیدا ہو جاتی ہے انہی چیزوں سے قوم کی ترتیب و تنظیم ہوتی ہے نہ کہ جغرافیائی حدود سے اسلئے ہم ایک جدا قوم ہیں اور ہند ایک علیحدہ قوم ہے۔ ایسے وقت میں ہمیں چاہئے کہ ہم حضرت امام حسینؑ کی زندگی کی طرہ خود توجہ کریں اور دوسروں کو اس طرہ توجہ دلائیں اور اپنی جمعیت کو محفوظ و مضبوط رکھنے کے لئے ادراک اسلام کے عز و قدر کی خاطر صوبائی کونسل کے انیوالے انتخاب میں مسلم لیگ کے نمائندے کو ووٹ دیکر اپنے دشمنوں کو دکھادیں کہ مذہب کے سامنے کوئی تعزیت و تہذیب کام نہیں دے سکتی اور ہم سب اخوت اسلامی کے تاج ہو کر اپنی ایک جمعیت کے نمایندے بنکر اسلام کا بولی دو بالا کرینگے اور مسلمانوں کو دشمنوں کے نرے سے بچائینگے۔

یاد رکھئے کہ ان انتخابات کی بہت اتنی زیادہ ہے کہ اگر ہم سلامی آبادی چاہتے ہیں اور اگر ہماری خواہش ہے کہ ہر اسلامی کے حقوق کو توڑ دیں ادعا کیا کہ ناد مسلمان بنکر ہندوستان میں رہیں تو ہم کو اپنی جمعیت کا ساتھ دینا چاہیئے یہ ایسا وقت ہے کہ ہم کو کتنا پر تلے ہو اب یا کبھی نہیں۔

ہمیں چاہئے کہ اپنا کلام امن و امان سے کریں اسلام ہمیں ہی سکھاتا ہے قائد اعظمؒ ہی کی تائید فرماتے ہیں، ملافت کی ضرورت ہو تو ہمیں یہ کہہ کر بڑھنا چاہئے۔ خور و ماہ بجھ اذ بہر شاگرد ام

**شہدائے کربلا کی سوانح عمریاں**  
جناب لسان الملة والدین زہد العلماء مولانا سید غلامدین صاحب قبلہ لکھنؤی کے محققانہ تالیفات میں چند کتابیں اشاک میں باقی رہ گئی ہیں  
سوانح عمری حضرت مسلم بن حقیل مع مصحف لڑاک ص ۶۰ - سوانح عمری حضرت عون مع مصحف لڑاک ص ۶۰  
مستند حدیث

ردوش پہلو مع مصحف لڑاک ص ۶۰ - المحاسن زیر طبع قیمت ۵۰

(نوٹ) سوانح عمری زیریں قین و عثمان بن علی و حبیب بن مظاہر و تاریخ ملی شہر ختم ہو گئیں بلکہ کچھ پانچ آدھ کے ٹکٹ آئے ہیں مکمل فرست کتب روانہ کی جائے گی۔  
انتہہ۔ مولوی سید ہادی سکریٹری جمعیت خدام عزاء مسجد حسین علیجاں چوک لکھنؤ یو۔ بی

# کربلائے نواب معتمد الدل لکھنؤ

از عالم پنجاب رقد حق حسین صاحب خفی یازدیکت لکھنؤ

یہ کبر بلا شاہ زمین غازی الدین حیدر کے دوزیرِ عظیم نواب معتمد الدل سید محمد خاں عرف آغا میر نے حضرت گنج اور بنارس باغ کے درمیان محلہ نرہٹی پر ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۸۵۷ء میں تعمیر کرائی تھی، جس میں مہکون نے حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کے روضہ واقع علاقہ کی تعمیر بنوائی تھی۔ روضہ کے چاروں گروہوں میں چار سگدہ تھے جن میں چار چکر دار زمین بنے ہوئے ہیں اور بالائی جانب تین گول قبے لکٹی ناند کی وضع کے بنے ہیں دو آگے کی طرف اور ایک ان کی پشت پر۔

روضہ کے اندر دنی جانب صحن ایک درجہ تھا جو اب تک بدستور قائم ہے، روکار و بنسٹ کی جانب چھ چکر دار گول جوڑیاں ہیں اور تین تین دیسی ہی جوڑیاں قلبی دیواروں میں ہیں۔ کربلا کا بھانگاں اور چار دیواری معدوم ہو چکی ہے ایک مختصر سی مسجد بھی کربلا کے وسط میں تھی جو شکستہ حالت میں اب تک موجود ہے۔ کربلا کے متعلق بارہ بیگہ دس بسوہ آرائی تھی جس میں تقریباً دھن ہوتے تھے۔ گڑبوں کے اوپر سینٹھا اور پتا درپدا ہوتی تھی جس کا ٹھیکہ کبھی تین سو روپیہ کا اور کبھی چار سو روپیہ کا ہوتا تھا۔ کربلا کے روضہ میں ایک اسکالرش میسن لاج ہے (Mansur-ul-Masum) جسکو حوام جادو گھر کے نام سے تعمیر کرتے ہیں۔

غازی الدین حیدر اپنے پدر تار نواب سادات علی خاں کی رحلت پر بتایا جو لائی ۱۲۷۵ھ میں آئے صوبہ اودھ ہوئے۔ ان کے نائب ان کے منہ چڑھے دیرینہ خادم سید محمد خاں عرف آغا میر ہوئے۔ پھر آٹھ اکتوبر ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء کو کربلا کو جب نواب غازی الدین حیدر خاں نے باشارہ گورنر جنرل جی بادشاہت کا اعلان کر کے تخت سلطنت پر جلوس کیا اور تاج شاہی زیب سر کیا تو نائب کو دوزیرِ عظیم معتمد الدل کے آگے معتمد الدل مختار الملک سید محمد خاں بہادر منیف جنگ خطاب عطا کیا اس وقت ۱۸۷۲ء اکتوبر ۱۲۸۹ھ تک جبکہ بادشاہ نے اس دار فانی سے کوچ کیا موصوف ہی منصب وزارت پر فائز ہے۔

بتاریخ ۱۲ اگست ۱۲۸۵ھ شاہ غازی الدین حیدر نے ایک کمرہ روپیہ عزت رزیدنٹ اودھ مارڈھ کش صاحب (Mansur-ul-Masum) کو بطور قرض دوام دیا جو کا سود بھاب پانچ روپیہ فی صد سالانہ پانچ لاکھ روپیہ سالانہ اور مبلغ اکتالیس ہزار روپیہ سو چھیاسی روپیہ دس آنہ آٹھ پائی ماہوار عمو

لے Ait Kinnara Treasures



اور طے پایا کہ حکیم محمد ابراہیم ۱۲۴۱ھ مطابق ۱۷ اگست ۱۸۲۵ء سے منجھدر لوگوں کے کہیں ہزار روپیہ ماہوار بطور وقفہ نواب معتمد الدولہ اورنگ آباد کے اہل خانہ ان کو حسب تفصیل ذیل ملا کرینگے۔

نواب معتمد الدولہ میں ہزار روپیہ ماہوار نواب بیگم ابراہیم خانہ نواب معتمد الدولہ ۲ ہزار روپیہ ماہوار عالیہ بیگم اختر نواب ایک ہزار روپیہ ماہوار۔ امین الدولہ آغا علی خان پیر اکبر نواب ۲ ہزار روپیہ ماہوار جملہ کہیں ہزار روپیہ ماہوار

غازی الدین حیدر نے اس محرمانہ وقفہ ہی پر بس نہ کی بلکہ ہتھال سے قبل رزڈنٹ دودھ گرا علی حکام محکمی کے بطور شاہد دستخط کر کے ایک معافی نامہ بھی آغا میر کے حق میں اس مضمون کا تحریر کر دیا کہ سلطنت کا ایک حصہ بھی ان کے ذمہ واجب الادا نہیں ہے اور تحریر ہذا سلسلے دیجاتی ہے کہ میرے بعد میرا وارث و جانشین انھیں عاجز و پریشان نہ کر سکے۔

مستور الدولہ نے اپنی ذاتی مصلحتوں کے پیش نظر غازی الدین حیدر اور ان کے سپہ نصیر الدین حیدر کے درمیان بغض و عناد کی ایک فولادی دیوار حائل کر دی تھی۔ جب سے نصیر الدین حیدر کو سموت اینڈ امیل ٹھکانا پڑیں جنوری شاہ سے محروم ہو گئے اور بادشاہ کے ہتھال سے قبل تھنائیں برس تک قید و بند کی ستمیابی بھی بھیلے ہے۔ اسی سبب سے ان کو فیضی تحفہ نشین کی بابت بالکل المیہ اور ناامیدی ہو گئی تھی۔ مگر غازی الدین کی رحلت پر خداوندان الیست انڈیا کمپنی نے موصوفت ہی کا حق وراثت تسلیم کیا اور انھیں کے سر پر تاج شاہی رکھ دیا اور تاج سلطنت پر ممکن ہونے کے بعد دواہ تک موصوفت خاموش بیٹھے رہے اور معتمد الدولہ سے عوفت لینے کے مضمونوں پر غور کرتے رہے اس درمیان میں آغا میر ان کے ظاہری و خائشی اخلاق و مراعات کے دام میں آکر بالکل غافل و بے خبر ہو گئے۔

غازی الدین حیدر کی رحلت تک تو معتمد الدولہ بموجب تحریر شاہ مروج مطالبہ سرکاری سے بالکل بری الذمہ ہو چکے تھے مگر دوحیدہ دس دن گزرنے کے بعد بادشاہ نے انھیں یہ الزام لگا کر کہ انھوں نے اپنے منصب جلیلہ سے کثرت ناپائیدہ اٹھالیا ہے لارڈ مارٹن گورنر جنرل سے خفیہ گفت و شنید کر کے بتایا کہ ۲۰ دسمبر ۱۸۲۵ء بذریعہ رزڈنٹ انھیں گرفتار کر دیا۔ صاحب رائے مورخ نے ان کی معزوری کی تاریخ بھی آج اس شخص کا ۱۷۴۲ء سپنچر اترا

تاریخ ہیری سے اکتوبر ۱۸۵۷ء تک معتدل دلا اپنی حویلی واقع دولت پورہ متصل بازار راجہ میں زیر حراست  
 یہ انکے خاسخ البلد ہونے کا مسئلہ گورنمنٹ سے حوالے ہوا کہ نواب نے اہل و عیال و مال و اسباب حفاظت  
 رزیدنٹ شہر لکھنؤ سے باہر کسی مقام پر عکداری سرکار انگلینڈ میں جا کر کر رہیں انکے خلاف جو مطالبہ تھا اس کا  
 بھی فیصلہ اس طرح ہو گیا کہ بائیس لاکھ روپیہ بابت ضمانت تنخواہ وغیرہ خزانہ رزیدنسی میں جمع تھے اور  
 کل املاک واقع لکھنؤ میں کم از کم تیسری جکی تعمیر میں نواب نے ایک کروڑ روپیہ سے زائد صرف کیا تھا اس لاکھ کی محسوسہ  
 کر کے مجموعی بتیس لاکھ روپے سرکار شاہی کو ادا کر دیے اور اکتوبر ۱۸۵۷ء میں کانپور روانہ ہو گئے۔

قیصر التاریخ کے مصنف سید کمال الدین حیدر نے نواب کے نقد و جنس کا تخمینہ صرف دو کروڑ روپیہ کیا ہے مگر  
 ہلٹن صاحب (Hulton) نے اپنی تصنیف لکھنؤ گائڈ (Lahore Guide) میں تحریر کیا ہے کہ نواب کا سامان آٹھ سو چھ کڑوں اور بے شمار ادنیوں اور ہاتھیوں پر بارہ سو کانپور گیا  
 جکی تخمینہ قیمت کچھیں کروڑ روپیہ تھی۔

کانپور میں موصوف نے آخر میں حملہ گوالڈی میں سکونت اختیار کر لی تھی اور وہیں بقول ڈاکٹر اسپرائی  
 (Dr. Spry) ، مئی ۱۸۵۷ء کو تپ صفادی سے اور بقول منشی رام سہائے منٹا مصنف خیر التاریخ  
 در درگھ سے انتقال کیا اور کانپور میں ہی بچلہ بکور دفن ہوئے۔

معتدل الدولہ کی سیرت و دیگر حالات کے بارے میں مصنف آفتاب و موصوفہ اول میں تحریر کرتے ہیں :-  
 معتدل الدولہ اگرچہ سید زائے تھے مگر انکے بزرگان قریب میں کوئی شخص نام آد نہیں ملتا تھا اور یہ ہیات خود اگرچہ  
 صاحب علم تھے مگر بڑے جالاک اور معاملہ فہم تھے مزاج میں سخاوت بے انتہا تھی۔ ایک ایک فقیہ و صاحب  
 کو ایک ایک وقت میں لاکھوں روپے دے ڈالتا ان کا ایک دن کام تھا۔ یہ سخاوت حد اعتدال سے بہت  
 بڑھ گئی تھی مگر زردن آدمیوں کے مکانات لکھنؤ کے اور اپنے مکانات دباغات وسیع تیار کر لئے۔

نصیر الدین حیدر کے بعد تاجزاع سلطنت یعنی اسی برس تک بعد دولت حضرت محمد علی شاہ و علی شاہ  
 اور احمد علی شاہ کو ملانی نہ رہی میں مرہم عوام برقرار ہوتے رہے۔ فروری ۱۸۵۶ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے  
 سلطان عالم کو سلطنت و حکومت سے محروم کر دیا انکی کل املاک واقع لکھنؤ قبضہ کمپنی چلی گئی اسے کے ساتھ  
 کر بلائے نہ رہی یہ بھی کمپنی کا قبضہ و تصرف ہو گیا ۱۸۵۷ء میں جب غدر کے شعلے فرو ہو گئے اور کلکتہ و کنور شینشا  
 ہند قرار پائیں تو چند شاہی عمارتیں کلکتہ امبارہ آگئی۔ کر بلائے نصیر الدین حیدر جو نزل قرار دیدی گئی تھیں انڈیا  
 ہو گئیں۔ ۱۶ اگست ۱۸۵۷ء کو حکم دیا کہ لکھنؤ کر بلائے نہ رہی بھی و انڈیا ہو گئی اور صحت الدولہ حکیم مرزا  
 محمدی ۱۹ ستمبر ۱۸۵۷ء کو حیدر آباد اور خور سلطان عالم کی سپردگی میں دیدی گئی بعد صحت الدولہ نے بحیثیت مختار



# حسین کے قدموں میں عقیدت کے پھول

از جناب حکیم شرف الدین صاحب شریعت احمد آبادی

اے مسلمانوں کے رہبر اے شہ کرب و بلا      کمر دیا باطل کا تو نے حشر تک کا فیصلہ  
تیری جرات تیرا ایمان تیرا اندازِ کرم      آج تک پیشانی اسلام پر ہے یہ رسم  
یہ تری شان اقامت یہ ترا ذوقِ سجود      تیغ کے سایہ میں بھی پڑھتا رہا ہر دم درود  
تیری قربانی نے بچا ہے شریعت کو دوام      رد رہا ہے اب تیری خاطر زرمین و شام  
دین کی تقدیر تو قرآن کی تفسیر تو      حریت کے رسم کی ہنسنتی ہوئی تصویر تو  
کفر تھا تیرے ارادے میں دغا سونٹنا      تو نے سیکھا ہی نہیں در کر قضا سے ٹوٹنا  
تو نے فرعون کی حکومت سے لیا بڑھکے خراج      چھین کر قدموں سے رو کر قصیر و کسرا کے تاج  
اللہ اللہ وہ ترا غربت میں اندازِ سکوت      غیرت پیغمبری کا تو نے بتلایا ثبوت  
قلب باطل میں ابھی ہے تیرا خبر کی لک      کفر کی رگ رگ سے خوں ٹپکے گا آخر حشر تک

حیدری قوت تیرے در ثئے میں یانِ خلیل

تو زکر رکھ دی ہے تو نے ظلم کی محکمِ تفصیل

ظاہر داری ابو ہریرہ حضرت امام حسین کی فطرت سے خاک جھاڑتے تھے امام حسین نے فرمایا کہ میرے ساتھ ایسا نہ کرو ابو ہریرہ نے عرض کیا کہ مجھے جو روئے بچے خدا کی قسم جو میں سمجھتا ہوں وہ عام لوگ بھی سمجھیں تو آپ کو اپنے کانٹوں پر اٹھائیں (نور العین فی مشہد المحبین از قاضی صبیحۃ اللہ بن محمد قوث محمدت ۱۸۲ء بکتابہ آصفیہ) مگر انوس ہے کہ ابو ہریرہ واقعہ کربلا میں شریک نہ تھے۔  
ادوٹر

## رباعی

از نیت افکار عمر بیشتر اجناں سید صاحب شد یہ فیروہ و جانشین ملک الشراہ و جانیہ فرام  
حیدر نے عجیب حق سے رتبہ پایا | بے وجہ انھیں وجہ نہیں فرمایا  
مشکل میں نہ کس طرح پکائے ہر ایک | جب بہر بنی ناد علیا آیا

## مطلع

مکرم حق سے جو گئی جربند بغیر کی آنکھ	پھر گئی آل بنی سے آہ عالم بھر کی آنکھ
نا صراں کی شرب بھر پکچھ اپنی نہیں	اشتیان مرگ میں ہر آنکھ تھی بھری آنکھ
آنکھیں تو سیکڑی ہیں ہاں مگر وہ آنکھیں	جسکی عینک شگنی ہو عقل کے بھر کی آنکھ
پھر دیا تھا ساتھ زخمی پاؤں کی زخیر نے	ملقہ حلقہ بنگیا تھا عابد مضطر کی آنکھ
دیکھا یوں زخیر نے آنکھوں میں آنکھیں ڈاکر	تیر تو مارا پہنچی ہو گئی خود سر کی آنکھ
روئے آنکھوں پر نور پاک منقطع	ابو ابروئے محمد آنکھ پہنچے سر کی آنکھ
ماں کے تبدیل ہونے سے بدل جانا چلن	اور ہو جاتی ہے زربا تو ہی ر کی آنکھ
حق تو یہ ہے جس کے چاروں سے سر کرتے نہیں	سچے ہرود کے قدم عارف کا دل بھر کی آنکھ
کی بنی نے تھاکہ ہر اک شادی اس طرح	اب کبھی نہ ہوگی صاحب خیر کی آنکھ
صبر عائد نہ تھا پاک بھر سلایا بعد شاہ	ورنہ گویا کھل چکی تھی فتنہ محشر کی آنکھ

کون پہنچے گا گھر آٹھ میں کو شہید  
ہاں کر گئی قدر اگر تو صاحب ہر کی آنکھ

# کیا ائمہ اہلبیتؑ حسینؑ کی مجلس میں شریک نہیں ہوتے؟

ازیناب سید نجم الحسن صاحب کرائی مبلغ مدرسہ الوداعین کھنؤ متیم پٹنہ

خدا آباد رکھے جان شان و محبت کو فنا ہو کر حیات خضر کی بنیاد ڈالی ہے

ہمارا قوی عقیدہ ہے کہ ائمہ اہلبیتؑ انبیاء و مرسلین اور شہداء و صالحین وغیرہ مجلس حسینؑ میں آتے ہیں، شریک ہوتے، غم کرتے روتے اور اثر لیتے ہیں، احادیث کی دنیا میں مشہور ہے کہ حضرت سید سہاونے ایک مجلس میں شرکت کی جب ان کو خبر ہو گیا، آپ اس مقام پر حاضر ہوئے جہاں لوگ جوتاں اتارتے تھے کسی نے کہا سولہ، صد میں آئے آپ کہاں تشریف فرما ہیں، ارشاد ہوا مجلس حسینؑ میں میری ہی جگہ ہے۔ سنو میں اکیلا نہیں ہوں یہ محمد مصطفیٰؐ یہ علیؑ یہ حسنؑ یہ حسینؑ یہ عقیلؑ وغیرہ موجود ہیں۔

اس سے معلوم ہو کہ یہ حضرات تشریف لاتے ہیں اور شرکت فرماتے ہیں اور یہ بھی مشہور ہے کہ مجلس حسینؑ میں حضرت فاطمہؑ ہر خصوصیت سے تشریف لاتی اور درویشوں کی آنکھوں سے آنسو پھینکتی ہیں۔

علامہ ربندی لکھتے ہیں کہ ائمہ اہلبیتؑ اور انبیاء کرامؑ تو درکنار پاک بیبیاں مثلاً حضرت زینبؑ حضرت ام کلثومؑ وغیرہ بھی تشریف لاتی اور غم حسینؑ میں شرکت فرماتی ہیں۔ یہ صوف کے عیون انعامیہ ہیں۔

”ایمان حاضر میثوند رجماس ذکر مصائب آل اللہ تعالیٰ و عترت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالابدان شالیہ و لیساد و توالب برزخ الخمر (جہاں الايمان منک)

یہ لوگ حاضر ہوتے ہیں اپنے سنائی جسموں اور برزخی تابوں کے ساتھ۔ ذکر مصائب اہلبیتؑ میں۔

اس عبارت سے یہ بھی پتہ چلا کہ صرف مجلس غم حسینؑ ہی میں نہیں بلکہ ائمہ اہلبیتؑ میں سے جس کی بھی مجلس منعقد کی جاتی ہے اس میں ان پاک عورتوں کی شرکت ہوا کرتی ہے۔

اعتراف اس عقیدے پر بعض کتب احادیث ویر سے ناواقف ہرادران اہلسنت اعتراض کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ باوجودیکہ ائمہ اہلبیتؑ انبیاء کے جسم باقی ہیں نہ روح کا ان سے تعلق ہے، نہ قبروں سے نکلنے کی نہیں صلاحیت رکھتی، پھر بھی شیعہ ہی کے قائل ہیں کہ وہ مجلسوں میں شرکت کرتے ہیں، اس میں عقیدہ کا کیا ٹھکانا ہے۔

یہ اعتراض تین امور پر متفرع ہے، اول یہ کہ انبیاء و ائمہ کے اجسام قبروں میں جانیکی بعد باقی نہیں رہتے، دوسرے روح کا ان سے تعلق نہیں رہتا تیسرے ان میں قبروں سے نکلنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی تو وہ مجلسوں میں کیسے آتے ہیں؟

**الجواب۔** اعترض کے چلے جہود کا جواب یہ ہے کہ یہ تو مسلمات سے ہے کہ انبیاء کے اہجام قبروں میں ہمیشہ  
ہمیشہ ایک ہی حالت پر باقی رہیں گے، اس میں شبہ پیدا کرنا فحش و منکح ہے، شاید ایسے اعترض کرنیوالوں کو کتابوں  
کے مطالعہ کی دولت نصیب نہیں ہے، دوسرے کے متعلق یہ عرض ہے کہ پھر عرض سے بھی مسلمات کا انکار نکلتا ہے۔  
ادھر میرے کے پاس سے بھی یہی عرض ہے، اب مفصل جواب ملاحظہ ہو۔

**اعترض کا پہلا جواب۔** معذرت خواہ جس نظامی اپنے میلاد نامہ کے صفحہ ۳۷ دہلی ۱۳۷۷ء میں  
فرماتے ہیں:-

”وجہ ہمارے دین اسلام بگا، پورا، اور خدا کی سب نعمتوں کا خزانہ ہے ویسے ہی اس دین کے لانے والے، پیغمبر  
بھی بچے پڑے کامل، اور پیر و کار کی نعمتوں سے بھر پور تھا اور ان کو ہم مسلمانوں کے ساتھ جو انکی امت میں بُری  
محبت ہے اگر چاہ وہ خدا کے اچھے رسول حبیب کی زندگی میں زمین پر موجود نہیں مگر انکی روحانی زندگی اب بھی اس دنیا  
میں موجود ہے اور ہماری حالتوں کی خبر خدا کی دی ہوئی قوت سے انکو ہوتا ہے الخ“

اس سے معلوم ہوا کہ انکی زندگی اب بھی دنیا میں موجود ہے اور وہ حالات سے باخبر رہتے ہیں۔

**اعترض کا دوسرا جواب۔** جواب طے قیاسی صراحت نہ تھی، مگر جو ابثانی میں تفصیل بھی موجود ہے۔ ایڈیٹر  
القیہ، مولوی شہداء اللہ صاحب ایڈیٹر المحدث کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”مدرسہ صاحبہ میں نہ جتنا کہ انبیاء کو ام نقطہ حیات ظاہری ہی میں عالم برسم تصرف فرماتے ہیں بلکہ عالم ظاہری  
سے پردہ فرمانے کے بعد بھی دیا ہی تصرف فرماتے ہیں، دیکھئے احادیث و کتب حدیث کے مطالعہ پر فرماتے ہیں۔

سائنس کا انبیاء احياء ردت الیوم از احصاء بعد ما قبضوا و اذن لهم فی الخرو ج من  
قبورهم و لتصرفوا فی ملکوت العالی و السغلی۔ (ترجمہ) انبیاء علیہم السلام زندہ نہیں اور انکو اپنی قبروں  
سے نکلنے اور ملکوت علوی و سفلی میں تصرف کرنے کا اذن دیا گیا ہے الخ، (انصار القیہ ص ۳۷) ص ۳۷ کا لم ۱،  
اس جواب میں، انبیاء کلمہ کرنے کے بعد زندہ رہنا، قبض روح کے بعد انکے جھومڑ میں پھر روح کا داخل کیا جانا،  
انکے لئے قبروں سے نکلنے کی اجازت کا ہونا، ملکوت علوی و سفلی میں ان کا تصرف فرمانا اور ذرّین کی طرح وضع ہے۔  
جسٹام انبیاء کے لئے یہ سب تشریفیں تو حضرت محمد مصطفیٰ دران کے اہلبیت کے لئے بدرجہ اعلیٰ ماننا پڑیگا  
اس لئے کہ یہ حضرات نور سے ہیں اور فضیلت میں انبیاء سے بلند ہیں۔

**اعترض کا تیسرا جواب۔** مولوی غلام قادر صاحب سیتی سیالوی پیر دیوان اسلام کی دسویں کتاب  
صفحہ ۱۹۲ کے مسئلہ پر یہ ثابت کرتے ہوئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محل میلاد میں شرکت فرماتے ہیں  
لکھتے ہیں کہ:-

”جلال الدین سیوطی نے سالانہ اجتماع الاذکیاء فی حیات الانبیاء مطبعہ حالی کے صفحہ پر لکھا ہے کہ امت کے افعال کو دیکھنا اکل گندہ کے لئے استغفار کرنا اور ان کے بلوات و دروئے کی دعا اللہ تعالیٰ سے مانگنا اور برکت کے ساتھ انتظار زمین پر آمد و رفت کرنا اور لگائی نیک بندہ اسٹیج حوائے اکلے جانے میں تشریف لانا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اشغال شریف میں سے ہے عالم بزم میں، چنانچہ اس میں اوصدیت و شمار کئے ہیں، تو اگر آپ نفل میلاد میں تشریف لائیں تو کیا عجیب؟“

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ پیغمبر اسلام کلمہ کرنے کے بعد مولود و خلیف میں تشریف لانا ممکن ہے تو میں کتابوں کو جب تک پکا مولود شریف میں شریک ہونا ہو سکتا ہے تو مجلس حسین میں شرکت بدرجہ اولیٰ ممکن ہو سکتی ہے یعنی اگر آپ مولود میں شرکت فرماتے ہیں تو مجلس غم میں بھی شرکت فرمانا تسلیم کرنا پڑیگا اور جب تک کہ حرکت سلم ہوگی تو اس لئے طبیعت، انبیاء کو ام کی شرکت بھی مانتی پڑے گی۔

خلاصہ یہ کہ اہلسنت نے جب اسے تسلیم کر لیا کہ انبیاء قبور میں زندہ رہتے اور اس سے منکر لائق جاتے رہتے ہیں، اور تصرفات بھی کیا کرتے ہیں، ہنزدوں میں شریک ہوتے اور مولود شریف میں شامل ہوا کرتے ہیں تو یہ بھی ماننا ناگزیر ہے کہ یہ حضرات مجلس حسین میں بھی شرکت کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ اپنے غیر جارہ نہیں کہ اولاً طبیعت علیہم السلام بھی انھیں تمام امور کے مالک ہیں اور ان کی شرکت بھی کم از کم مجالس و محافل و مجالس و مناسبتوں میں ضرور ہوتی ہے اس لئے کہ یہ حضرات آنحضرت کے علاوہ تمام انبیاء سے تفصیل میں زیادہ ہیں جیسا کہ اہل بیت نے مانا اور تسلیم کیا ہے جسے مسلمانوں کو مانے بغیر جارہ نہیں، (نور الانوار ص ۲۱۹)

## ترجمہ سان کا ائمہ

مرکز اتحاد اسلام لکھنؤ کے آرگن اخبار ترجمان کا ائمہ نمبر بڑی آب تاب سے چلنے کا غز کے صفحات پر مشتمل ۳۶ صفحہ سے قبل شائع ہو جائیگا جس میں ائمہ اثناعشر علیہم السلام کی سوانح حیات پر مشہور اہل قلم کی نظمیں اور نئے نظیر مضامین ہونگے۔ اس قابل دید نمبر کیلئے خریداری اور اشتہارات کے لئے اور جلد روانہ کیجئے ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی۔ پرچہ نمبر ۱ ہزار سے زیادہ شائع کیا جا رہا ہے۔ قیمت علاوہ محصول علم

نیچر بندہ روزہ اخبار ترجمان و کٹوریا سٹریٹ لکھنؤ



## کیا رونا جائز ہے؟

انجناب شمیم حمید صاحب نے نموی رینارڈ ویڈی کلکٹر نومبر ۱۹۷۴ء

ماہ محرم آتا بھی نہیں جو اشتہار بازی شروع بھیجانی ہے کہ یہ بدعت ہے اور یہ ناجائز وہ حرام ہے اور اسے اجتناب چاہیے مشہورین کے اسمائے گرامی پر نظر ڈالئے تو ناموں سے زیادہ انقباط طویل صورت کو کوئی دیکھتا ہے تصویر ضرور ہونا ہے کہ شرع محمدی کی یہ عینیکہ دار۔ علم کے پشائے نہیں بلکہ پادشاہانے پھر رہے ہیں۔ جواب میں کہ پیچنر سلف کے رونے کا ذکر ہو گیا تو فوراً رد حاضر کہ حضرت یہ انبیاء آپ کی طرح سے نہیں روئے بلکہ آنسوؤں سے روئے تھے اور ہر کوئی انکا شیوہ تھا۔

ان حضرات سے کوئی یہ تو بوجھ کہ حضور جب آپ دنیا میں تشریف لائے تھے تو کیا آنسوؤں سے ہی روئے تھے کیا آپ کی ماں جان نے اس خاموشی کو آپ کی بیماری کا پیش خیمہ تو قرار نہیں دیا تھا۔ بندہ خواہ اگر اسوقت آپ کا رونا صحت آنسوؤں سے ہی جوتا تو مال جان کا دودھ بھی آپ کی خارش احتیاج پر بردت نصیب نہ جوتا اسلام نظری مذہب کا کوئی ہول ایسا نہیں جو قنط کے خلاف ہو۔ یہ کہاں کی فطرت ہے کہ چٹ لگے اور آہ نہ بیکھے جب صلی آنسو آئے گا تو آہ بھی ساتھ ہوگی اور جب اسکا بار بند ہوگا تو بھئی ہوگی۔ اپسرا بند ہی لگانا فطرت انسانی پر ظلم کرتا ہے۔

رونے کا فلسفہ اگر تاریخی نظر سے دیکھا جائے تو قوموں میں انقلاب عظیم پیدا کرتا رہا ہے زندہ قوموں نے اپنے اپنے قربان مجتہدین کو خدا سے صرف ایک ہی میسر ہی کم رکھا ہے دو دیکھوں جائیں۔ انگریزوں اور فرانسیسیوں کی بحری لڑائی ٹریفالگر بھی ذرا نظر ڈال لیں اسپر دوغوں قوموں کی موت وحیات کا انحصار تھا انگریزوں کے ایئر سرجلارڈ نیلسن کو کاری زخم آیا۔ بہادر جرنیل کی آخری سانس تھی کوئی اسپر در رہا تو کوئی قیم کی آنکھوں میں صیبت پر۔ مرثیہ الازکیا کہ پانسہ پلٹ رہا ہے اپنے آخری الفاظ:۔

"England expects every man to do his duty"

انگلستان ہر ایک آدمی سے یہ امید رکھتا ہے کہ وہ اپنا فرض ادا کرے

یہ الفاظ ہزاروں تیغافوں سے زیادہ تھے۔ سردار کی لاش چھوڑ کر سب اپنے فرائض پر جاؤئے اور ان الفاظ کو یاد کر کے ایسا عملی ردنا رو یا کہ آئی ہوئی موت کو دشمن بہ ہی پلٹا دیا۔ نیلسن ہماجمہ لندن کے ٹریفالگر اسکوائر میں کھڑا ہے اور نہایت آن بان سے اپنے کارنامے کی سلامی قوم سے لیتا رہتا ہے۔

اسی قسم کی ملائی نیل مین۔ ایک فرانسیسی سپورت بچہ۔ کیسا بینکا (Casablanca) جہاز پر باپ کے ساتھ تھا۔ تو یہیں درخ رہی تھیں جہاز پر غریب تھا۔ باپ نے حکم دیا کہ بیٹا میرے آگے تنک اس ڈیوٹی پر رہو۔ باپ مانگ لیا۔ آگ کے شعلے بچے کے پاس پہنچے گئے ہر ایک نے کہا کلاس جگہ کو چھوڑ دے مگر وہ باپ کے انتظار اور ڈیوٹی کے سر پر جامہ میں ہی شعلوں کی نذر ہو گیا اس کی نظریں اور فوٹو ایک زندہ تو ہیں اپنے لڑچک میں محسوس رکھے ہوئے ہیں۔ خود بڑھتی ہیں اور بچوں کو بھی پڑھاتی ہیں۔ اسکا ذکر بچوں کی اجد سے شروع ہوتا ہے اور وہ بھی بچے اسکا سبق لیکر دینا پچھلے ہوئے ہیں۔

۱۔ دنیا کے سنوارنے والے پیغمبر کے نواسے حسین! ہم منتقل ہیں لکڑی قربانی کی جو قدر ہوئی چاہیے تھی وہ ہم ناہوں سے آج تک ہو سکی آپ کی قربانی سے غیرتوں نے سن حاصل کیا مگر ہم ہی کوئے کے کوئے۔

۲۔ اسلام سے آفتا مسلمان تو کتنے ہی طارق داد ولا در کتنے ہی حمزہ غزویوں کو سر پہ ہاگرمز کے طہر نے داؤوں سے غصہ ہو کر کبھی فلاح کو نہیں پہنچ سکتا۔ فلاح اسیں ہے کہ لوگ تیری اور تیرے علی کی دل سے قہر میں توان میں ندا اور شہر ہو۔ انسان تجھیں روئیں اور تو انکو۔ انسان کو تیری تلواروں کے واروں نے قابو میں نہیں کیا بلکلن آہوں نے تیرا پایا ہے جو کربا سے اٹھ کر جاہ دانگ عالم پہ بھاگئیں۔

تیری تقریر اور تحریر محض ہوا کے جھپٹے تھے جو اپنے ماحول میں اٹھے اور فنا ہو گئے تو اس قربانی کو دو چار سے مشایخ تو دس میں اور کھڑے ہو جائینگے کہ سن کے ذرائع مرہٹوں سے تو پوچھ کہ جنہوں نے تیری چول سے چول ہلا دی، مگر کربا داؤوں کے ہٹاکے غزا دار ہیں، اُن سکھوں کو تو پوچھ جنہوں نے سر مہنڈ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی مگر حسین کی اولاد (سید بڑے شاہ) کی اولاد کو سر پہ اٹھاتے ہیں۔ آخر میں اُن باذنیق اقوام پر نظر ڈال جو خدا کو نہیں جانتے مگر حسین کو روتے ہیں۔

حسین کی قربانی صرف میرے یا تیرے لئے نہیں بلکہ فوج انسان کے لئے تھی۔ یزیدی حکومت کی انسان کشی اور اخلاق سوز پالیسی کے حکمان اگر احتجاج نہ تو اتنا سکا نہ سب بجاتا جو معلوم نہیں کیا گیا فساد پیدا کرتا۔ یزید اپنی من مانی کا کپڑا لٹوں کی آزادی کے لئے ایران کی حکومت دیر رہا تھا۔ مگر یہ دل دینکے واسطے کربلا نہیں گیا تھا اس میں درو تھا خدا کا خون تھا۔ ایران کی حکومت کیسے قبول ہوئی یزید تو صداقت میں فساد پھیلانے کے لئے بھی بھی رہ جاتا۔ بہتر نزار جوفوں کا یہ پیشکش صرف اس فقرے سے ٹھکرا دیا جالہ ہے کہ یزید اپنی شیطانی حکومت سے دستبردار ہو جائے۔

کیا تاریخ اس بینال جرات کی کوئی مثال پیش کر سکتی ہے حسین مظلوم اس پیشکش میں بالکل آزاد تھے وہ دنیا کے اُن قربانی نے داؤوں کی حیثیت میں نہ تھے جو مایوسیوں میں گھر کر حالت بچاگرگی میں اپنے مشن پر

قربان ہوتے ہے ایران کی حکومت یزید کی سلطنت سے بدرجہا ذخیرہ تھی مگر ٹھکانہ کی گئی۔ بظاہر یزید کی فتح  
جوں ادا سب کی شہادت۔ اولاد میں صرف ایک کا چکی نسل سے آج دنیا کا کوئی خطہ خالی نہیں۔ یزید کی  
نسل اول تو دنیا بھر ہی کھائی گئی اب بھی اگر کوئی جرأت کرے تو اپنا خستہ دیکھ لے۔  
یعنی جدید لہجہ کا شکل طرز از کربلا سنگ در حین ہے اور حین کا اُنات

## حسینیت اور دنیاوی مذاہب

از جناب دیاس دیو صاحب بھرا

فی زمانہ مذہب کو انسانی زندگی کا ایک بے سار کن بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے جس سے بے جا امن  
پیدا ہو سکے۔ نفس امن کا اندیشہ پوتا جا رہا ہے بعضوں کا خیال ہے کہ جتنا مذہب رسوم میں کمی کہلے اتنا ہی بہتر  
ہے کہ اس طرح گشت و خون سے کافی حد تک نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ مگر بعضوں کا یہ خیال ہے کہ  
اُن کا مذہب خواہر خواہ خطرے میں ہے اور اُن کا دلی مقصد یہ ہے کہ چاہے کچھ بگیاہوں کا خون بھی بہا دیا جائے  
مگر اُن کے مذہب پر آنچ نہ آنے پائے لیکن کافی جدوجہد کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ صداقت مندرجہ بالا  
دونوں مقاصد سے کہیں دور ہے۔

جہاں تک عمیق مطالعہ کیا جائے ہر مذہب قدم قدم پر صلح اور امن و امان کا پیغام دیتا ہے اور انسانیت  
کا سبق سکھاتا ہے۔ مذہب کا مدعا محض خدا کی یاد۔ نماز و روزہ اور دان و دکھ شنا ہے یہی ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ  
ہر مذہب انسانیت کا سبق دیتا ہے۔ رہنے سکھنے چلنے پھرنے، کھانے پینے، لکھنے بیٹھنے کا بہترین طریقہ سکھاتا  
ہے۔ آج کل کا یہ دستور ہے کہ اگر ایک انسان محض نماز کا پابند ہو جائے یا مندر جائے کا عادی ہو جائے تو مکمل جہان  
ہے کہ یہ شخص بہت مذہبی ہے اور بڑا ہی حذر اس ہے۔ مگر جب ہم اُسکے دیگر اعمال پر نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے  
ہیں کہ وہ شراب بھی پیتا ہے۔ کھڑا ہو کر میٹیاں بھی کرتا ہے۔ کلب میں بھی جاتا ہے۔ سینما بھی دیکھتا ہے۔  
اور اس کے باوجود دنیا کی نگاہ انتخاب اسے مذہبی شخص کہتی ہے اور اگر ایسے شخص کا احاطہ دوستی ذرا سیدھا سادہ  
ہو تو یہ پیشوا تک بن جاتا ہے اور اسی طریقہ سے بہت سے مختلف خیال رہنما بن جاتے ہیں اور مذہبی کشمکش کا بازار  
گرم ہو جاتا ہے اور ان میں یکم دوسروں کے ہاتھوں یقیناً مذہب اور جان دونوں خطرے میں پڑ جاتے ہیں۔  
اور میرا تو خیال ہے یہ

کارِ طفلان تمام خواہر شد

گر ہمیں سچی رہیں ملا

مگر مذہب کی تعریف کیا ہے؟ مذہب کا مقصد کیا ہے؟ اگر آپ کو مکمل طور پر سمجھنا چاہتے ہیں تو دنیا کے تمام مذاہب کو سمجھ لو گئے۔ بڑی بڑی مذہبی کتابوں کو طاق پر رکھ دیجئے۔ اور امام حسین کی زندگی پر نظر ڈالئے۔ دیکھو کہ انھوں نے چین سے لیکر اندر خرم تک کیا کیا لافانی سبق دیے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ حسین نے اسلام پر احسان کر دیا اور سراج حسین کے اہلی مرتبے پر پردہ ڈالتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ حسین نے نہ صرف اسلام بلکہ دنیا پر دینی فوج انسان پر وہ احسان عظیم کیا ہے کہ جو تا قیامت کوئی نہ کر سکے گا۔

میں اکثر جلوس دیکھنے جاتا ہوں اور وہاں مقررین کو کہتے سنتا ہوں "حسین کی ذات محتاج تعارف نہیں" مجھے فہوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حسین کی ذات ابھی یقیناً محتاج تعارف ہے۔ دوسرے مذاہب نے فرقوں کو چھوڑ دیا ابھی اسلام میں بے شمار لوگ ایسے ہیں جو حسین کی ذات با برکات سے واقف نہیں۔ مگر یہ تصدیق ہے کہ یہی فساد و فحش دعنا و کسبھی کے ختم ہو گئے ہوتے اور بجائے عام مسلمان ہونیکے "شیش حسین" ہوتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ جو بیت کربلا میں حسین نے دیا اس پر عمل کرنا تو بہت کم ہیں۔

اگر ایک ہندو یا عیسائی اسکے خلاف کرتا ہے تو فکروے کی جانیں کیوں نہ اٹھیں تاکہ حسین کی آوازاں کے کان تک نہیں پہنچتی ہے۔ مگر جب کوئی مسلمان ایسی حرکت کرتا ہے جو حسین مشن کے خلاف ہو تو یقیناً بے انتہا شرم کی بات ہے جس میں نے صلح کا پیغام دیا۔ امان و امان کا سبق پڑھایا اور اگر حسین کا مقصد صلح پسندی نہ ہوتا تو وہ ساتھی لیکر یزید کی فوج سے جنگ نہ کرتے۔ بلکہ ایک بادشاہی خان سے ایک لشکر بیکراں لیکر میدان جنگ میں آتے۔ مگر وہ یہاں تک خواہاں امن تھے کہ یزید سے کہہ دیا تھا کہ اگر تو مجھے امام نہیں مانتا۔ اور مجھے راہ حق نہیں سمجھتا تو مجھے یہاں سے کسی اور ملک میں چلا جانے دے تاکہ غلوں خدا گشت و خون سے بچ سکے۔

کیوں نہ ہو یہی حسین تھے جسکے باپ اپنے فاقہ پر احسان کیا اور شدت تشنگی میں دودھ کا پیالہ اُسے عطا کیا اور کوئی بدلہ نہ لیا۔ اور رسول نے خود باوجودیکہ سردار انبیاء تھے وہ کام کئے جس سے امن و امان قائم ہو۔ میں نے ایک کتاب میں پڑھا کہ ایک مرتبہ رسول چلے جاتے تھے اور کچھ کفار منکر اسلام اُن پر تجھرائے تھے۔ کچھ دیر کلون ہندو کے بعد ان کا فرد نے رسول کو پہچان لیا اور معلوم کرنا چاہا کہ یہی اسلام کہاں جا رہا ہے۔ بعد میں بڑی دیر کے انھوں نے دیکھا کہ وہ ایک جھاڑی کے سائے میں مصلیٰ بچھا کر بیٹھ گیا اور کہتا تھا "خدا خدا یہ لوگ مجھے جانتے نہیں مگر میں تو ان کے پہچانے نہیں توان پر عذاب مرت نازل کیجئے" رسول کے اس فعل پر یہ کفار بہت نادم ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔

کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ میرے مسلمان بھائی رسول کے اس عمل کی پیروی کر رہے ہیں؟ کیا وہ علیؑ کے اس احسان کو بھول گئے جو انھوں نے مرتے دم اپنے فاقہ پر کیا۔ کیا وہ حسین کی قربانیوں کو بھول گئے؟ کیا انھیں علیؑ کی فکر میں غلطی جاتی نہیں یا دہریہ؟ کیا اب بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ بار بار رکھا جائے؟

کہ حسین کی بھی زینب نہایت کوبلند کرنے کے لئے اسے روئیں اور دربدیہ والی گئیں؛ ضرورت ہے اور بھی اس کی بہت ضرورت ہے۔ کیونکہ ابھی تک دنیا کو کیا مسلمان ہی ابھی طرح نہیں سمجھے کہ حسین کی ذات بابرکات کیا تھی۔ اگر سمجھتے تو دنیا کے تلم تلم لوگوں سے در نظر آتے اور ان کے دل میں نہ حسین دروہوتا جو تاج مہم اقوام کو ایک عام فلاحی پر اکھڑا کر دیتا۔

اے مسلمانوں! ہندوؤں اور دنیا کے دوسرے مذاہب کے ادا و جد کو کھنڈل سے نکال کر حسین کی زندگی پر نظر کرو۔ خود حسین بنو اندر دنیا کو حسینی بنا کر مذہب ملت کے جھگڑوں کو ہمیشہ کے لئے مٹا دو۔ اور تمام عالم میں امن و امان پیدا کرو۔ یہی وہ طریقہ ہے جس سے تم شمشاد ہی کو بر باد کر سکتے ہو اور صداقت کا بول بالا کر سکتے ہو۔ اس طرح تمہاری زندگی بھی قابل قدر ہوگی اور تمہاری موت بھی شہادت حسین کی طرح دنیا کو امن و امان کا پیغام دے گی اور ارم ہو جائے گی بقول پنڈت گوپی ناتھ صاحب من گھنوی ۷۰

دنیا کو وہ بڑبڑائے جاتا ہے      گویا شہادت کا پٹے جاتا ہے  
گل ہو کے بھی روئی لے جاتا ہے      اے امن چراغ خاندان نبوی

## سلام

از جناب سید وزیر حسن صاحب مابری غفار وزیر منزل فانی پور

کسی پہ کر ملا کے بن میں راحتیں گزرتیں      کسی کے سر پہ رات دن مصیبتیں گزرتیں  
کسی پہ تشنگی کی ساری حالتیں گزرتیں      کسی پہ تشنگی کی ساری حالتیں گزرتیں  
مگر وہ حلق و تنخ کی ضیافتیں گزرتیں      مگر وہ حلق و تنخ کی ضیافتیں گزرتیں  
وہ اکل پاک مصطفیٰ پہ آفتیں گزرتیں      وہ اکل پاک مصطفیٰ پہ آفتیں گزرتیں  
وہ منجھے گزر گئے۔ شجاعتیں گزرتیں      وہ منجھے گزر گئے۔ شجاعتیں گزرتیں  
وہ ساری ساری رات کی عبادتیں گزرتیں      وہ ساری ساری رات کی عبادتیں گزرتیں  
وہ با وفا عبادوں کی نصرتیں گزرتیں      وہ با وفا عبادوں کی نصرتیں گزرتیں  
وہ حوصلے گزر گئے وہ طاقتیں گزرتیں      وہ حوصلے گزر گئے وہ طاقتیں گزرتیں  
وہ مہم لقا گزر گئے، وہ جراتیں گزرتیں      وہ مہم لقا گزر گئے، وہ جراتیں گزرتیں  
ند عورتیں گزرتیں وہ ہمتیں گزرتیں      ند عورتیں گزرتیں وہ ہمتیں گزرتیں  
مگر وہ جبر و جور کی حکومتیں گزرتیں      مگر وہ جبر و جور کی حکومتیں گزرتیں

کسی پہ کر ملا کے بن میں راحتیں گزرتیں      کسی کے سر پہ رات دن مصیبتیں گزرتیں  
کسی کے پاس آب سے بھرا ہوا فرات تھا      کسی کے پاس آب سے بھرا ہوا فرات تھا  
فسانہ غم و الم تو میہماں کا رہ گیا      فسانہ غم و الم تو میہماں کا رہ گیا  
کوئی نہ جھکو کہہ سکے کوئی نہ جنگو سن سکے      کوئی نہ جھکو کہہ سکے کوئی نہ جنگو سن سکے  
مجاہدین کر بلا میں اک سے بڑھ کے ایک تھا      مجاہدین کر بلا میں اک سے بڑھ کے ایک تھا  
گزر گئیں وہ سارے دن کی پیاس میں لڑائیاں      گزر گئیں وہ سارے دن کی پیاس میں لڑائیاں  
وفا بہ جان دیکھیں وفا شناس ہستیاں      وفا بہ جان دیکھیں وفا شناس ہستیاں  
وہ انتہائے تشنگی میں دلو لے ہما د کے      وہ انتہائے تشنگی میں دلو لے ہما د کے  
جو کمسنی میں لڑ گئے بپاہ شام دردم سے      جو کمسنی میں لڑ گئے بپاہ شام دردم سے  
اجل کے منہ میں دیکھیں جو نہیں کوئے لال کو      اجل کے منہ میں دیکھیں جو نہیں کوئے لال کو  
شہید ظلم جان دیکھے اے وزیر جی اے

# شہادۂ غیبی

از عابدین مرزا فدا علی صاحب خیر کفندی

مکہ مکرمہ ایک ایک ذرہ فریادی ہے کہ اس کے پاک صاف دامن کو آں رسول کے مقدس لبہ سے رنگ لے گیا۔ یہ ظلم و دھارے والے کوئی غیر نہ تھے بلکہ وہی جہان فراموش، محسن کش اور ماحق شناس یوگ تھے جو رحمت الہیہ کے مقابلے میں صفت بدیہ کو سلام دشمنی کی تاسیر کو ششیں صحن کھینے کے بعد کفر باکا و پر ایمان کا عاقبت بخش دامن نواز پر وہ ٹال کر محض اتنے غور صد کے واسطے بظاہر مطیع و متقاد ہو گئے تھے کہ جیتک حالات ان کے کمر زور بازوؤں کو طاقتور بنا کے باقیوں پر اتنی حیثیت سے حاوی و غالب نہ کر دیں۔

بالکل ایسا ہی وقوع پذیر بھی ہوا۔ رسول اللہ کی آنکھ بند ہوتے ہی انواع و اقسام کی چال بازیوں اور فطرتوں سے تجاویز و ہتھیاروں کو ہمارے کمال کے غرضی شکر و تحسین قائم کی گئی۔ جن کی صدا بلند کر نیوے حاج البدل ہوئے۔ ایمان والوں کو حضور صلی علیہ وسلم کو شہید کر دیا گیا۔ اور ابو سفیان کی اس کو سلامی دنیا کا حاکم بنا دیا گیا۔

ان حکمرانوں نے جن جن کرامات و اہل و عیال کو قید و قفس کرنا شروع کیا۔ بدر و احد کے غازیوں کو ہر ممکن طریقہ سے شکستہ میں کسا۔ یہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے خزانوں کے منہ کھول دیے اور ایسے درندہ صفت لوگ مہیا کر لئے جو صائم و قائم، حافظ و قاری ہونے کے باوجود نہ یہ ایسے فاسق و فاجر کی امامت و خلافت کا اقرار کرتے ہوئے ماضی و محرم اللہ سے ملنے کے دن کر بلا میں رسول زادوں کو قتل کرنے کے لئے جھگڑتے ہوئے گئے۔ مظالم! اور ایسے مظالم کئے جو صبح ازل سے شام اب تک کسی نبی یا مہی پر گزرنے نہ گزرے گئے،

وہ بلا خیز دن کیونکر نکلتا؟ اس سوال کا جواب غلاموں کا ہود دینا، کہ بلا کی لرزتی ہوئی زمین دھکی اور فرات کا نیریز ہاتھ پھٹا ہوا پانی دیر لگا۔ یا پھر کوفہ و شام کے منافقوں کی کلکتی ہوئی کمانیں، سنسناتے ہوئے تیز چلتی ہوئی تلواریں اور جھکے ہوئے نیرے دیکھے جو مصیبتیں کسے بے گناہ خون میں آلودہ ہو کر خود پاک ہوئے کہ بلا کی ریگ کو خاک شفا بنایا لیکن خانہ اسلام اور قلب رسول کو تار یک کر دیا۔

اس یادگار دن میں صحابہ انصاریہ و انصار عرب و قاریہ صبیحہ عظیمہ انظار خدا کا ربوں کا مظاہرہ کیا دینا اس کا جواب پیش کرنے سے قاصر ہے تین شبانہ روز کی بھوک پیاس میں حسینی لشکر کا ایک ایک خیمہ کھڑا ہوا ہزاروں جوانوں پر بیکہ تنہا شہر اٹھاتے ہوئے شہید ہو گیا۔ ہاشمی دلبر پرستی جرات پر کلہاڑی مارنے میں مصروف رہے۔ رگوں سے جتنا زیادہ خون نکلتا گیا ان کے منور چہروں کی ضیاء اتنی ہی پذیر ہوئی گئی جو ان تو پھر جوان ہی تھے بچوں نے وہ نمایاں

کام انجام دیا جو صبر و رضا کی تلخ میٹ ہمیشہ درخشاں اور تاباں رہیں گے۔ حجۃ میں کی جان علی صبر کا حلقہ بہترین پہلو کا تیرکھ کر رہنے کے بدلے مسکراتا دانے کے قلب کبھی فراموش نہیں ہو سکتا عبد اللہ بن حسن کا نچے نچے ہاتھ کوڑواں بنا کر ظالم کی تیار روکنے کی سعی کرنا جان و فدا و مواسات کا وہ غیر فانی واقعہ ہے جو ابد الابد تک شہاوتوں کی انگشت بدندان کرتا رہے گا۔

ان بعد ازاں شہادوں کے مقابلے میں عذرات عصمت و طہارت کی صبر کو شیل کچھ کم حیرتناک نہیں جو مدینہ سے روانہ ہونے کے بعد سے منزل بمنزل ضبط و تحمل، تسلیم و رضا کی محیر العقول نمائش کا دائرہ وسیع سے وسیع تر کرتی گئیں کہیں زمانہ کی ناسازگاری پر صبر کیا، کبھی حج کو عمرہ سے بد لکر مدینہ باقصا کا مظاہرہ فرمایا کسی منزل پر انصار کی کنارہ کشی گوارہ کی کسی مقام پر مسلم کی شہنائی کی سہلی ہوئیں۔ علی انھوں صبر کر بلا کی زمین پر تو صبر و شکر کا خاتمہ ہی کر دیا۔ دوسری سے نویں محرم تک یہی لہری ہرج و مرج فرما سکتی ہیں برداشت کیس جہاں انسانی طاقت تو ایک طرف ملکوتی قوتیں بھی سرگرم ہونے لگتی ہیں۔ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اپنے سر کے بال کھو کر تادریس کی بانگاہ میں ظالموں کے لئے بدعا کرتیں۔ زہرہ کی جائیاں عقید کی غلطی مانہ فریادیں ظلم و جور کا تختہ الٹ دیتیں۔ طاغوتی طاقتیں اور زور و جبر کا تختہ کا پتہ بھی نہ ملتا لیکن اکتیہ مشیت پر رضا مند رہنے والی خاتونوں نے شکر کے سوانحیات نہیں کی۔ حشر آخر پ صبح سے عصر تک یکے بعد دیگرے تمام نامور اور دوستوں کی صف بکھائی عزیروں کا ماتم کیا، اور انسانی نفرت کے مطابق دل کا مو پانی بنانے کے انھوں سے بہایا لیکن یہ واقعہ ہے۔ اور حیرتناک واقعہ ہے کہ کسی بوڑھی جان پاکسن بی بی نے نہ نصیب گمراہ امت کے حق میں بدعہاتیں کی جو ستم بھی کیا گیا کمال صبر و سکون سے گوارا کر لیا حتیٰ کہ عصر کے وقت شمع امامت گل ہو گئی، سیاہ آنکھیاں چلنے لگیں زمین لرزے لگی اور زلزلہ فوری قہر و غضب نازل ہونے کا گمان چسپا ہو گیا۔

زینب کبریٰ علی اکبر کی صفت پر مبنی تھیں۔ ان کے گرد حضرت سیدہ کی غم نصیب ہو دس تھیں۔ بیٹوں کے غم و رداوت کی نکلنے والی معصوم عیروں کی بیویوں کی طرح کھٹلا دیا تھا۔ آنکھوں میں آنسوؤں کے آبدار موتی جھلک جاتے تھے رنساؤں سے روکنے والے من تک مراد پر کی لڑائیں سی۔ اہم ہوتی تھیں۔ ہر بی بی تازہ غم میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کچھ بھی غور و فکر و طمانی پڑتی تھی جیسے قدرت نے خیر و در و غم بنا دیا ہو، بیویوں میں سکر سکرانے والا تھا ابھی کبھی کوئی چوٹ لگنے کی شایت سے متاثر ہو کر ”اعطش! اعطش“ کا شور مچانے لگتا تھا۔

زینب ہی نے محرابِ صدا سے تڑپ جاتی تھیں۔ ردا کے دامن سے نناک آنکھیں پونچھتی ہوئی بچے کے پاس ستر حیف لجاتی تھیں اور نہایت شفقت و محبت سے چمکا کر اس کی ناشی و نشی فرماتے ہوئے کہتی تھیں ”میری جان! صبر کرو۔ عنقریب خدا تمہاری پیاس و فح کر دے گا ہے۔“ بچہ خشک لبوں پر یہی زبان پھیر کر خاموش ہو جاتا تھا اور وہ مر رہے





اور دنیا کا نہ سراپردہ عصمت میں داخل ہو گئے۔

بے داری جو تیر کیا کو سکتی تھیں؟ اُنکی فریاد و فغاں رائیگاں گئی۔ نیریدی سنگدلوں نے بکسیوں کو بُری طرح نوٹا شروع کیا۔ پورے پوستان عالم کے سروں سے چادریں اترتے لگیں، جن ہاتھوں سے خلق کی حاجت روائی ہوا کرتی تھی، غارتگروں نے اُن ہاتھوں سے زیور اُتارنا جاری کر دیا۔ بچوں کے کانوں سے گوشے اس طرح نوچے کہ لوہے پھٹ پھٹ کے خون بہنے لگا۔ کچھ بے دینوں نے گھر داری کا سامان لوٹ لیا، گرجا سستی تباہ ہو گئی، اور ہندوؤں کے تیرکات بدلتے رہ گئے۔

لاکھوں روپیاہوں کو چند خیمے ڈھنسنے میں زیادہ حصہ صرف نہیں ہوا۔ گھڑی ساعت کا کیا ذکر ہے کچھ لمحوں میں علی دہلی کی بیٹیاں اور بیویں سرسبز مہنہ ہو گئیں۔ سید سجاد کا بسترہ ادغلی ٹھہر کا جھولا چھو گیا۔ بیار و علیل امام شریعت کی حالت میں فرشی خاک پر بے پوش پڑے رہ گئے۔ شمرین ڈی ابجوشن تو دنیا کو خدا کی حجت سے خالی ہی کو رہنے پر تلا ہوا تھا، اسکی خوچو کاں تلوار حق کا رشتہ قطع کرنے کو بلند ہو چکی تھی لیکن چاہنے والی بھونپنے بڑی دلیری سے اپنا سر تین کرتے ہوئے بے رحم کو مذہم اراے سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ خود اسکے اکثر ساتھیوں نے بھی مرغن کو بے پوشی کی حالت میں قتل کرنے کی مخالفت کی اور یوں امام عصر کی جان محفوظ رہی۔

نئی ہوئی شہزادیاں۔ ننھے ننھے بچوں کو کیچے چٹائے ایک خیمے میں جبن ہو گئیں۔ انکے سر مہنہ تھے۔ اور جسم پر زیور کی قسم سے ایک تار بھی باقی نہ تھا۔ معصوم دل سینے میں دھک ہے تھے۔ سنگدلوں کے خون نے گریہ و ناری کی سکت بھی سلب کر لی تھی۔ خیوں کے تین طن گہری خندق تھی۔ خندق میں آگ و دشمن تھی۔ اگرچہ جھلکتے ہوئے شعلے تمام روز دھوپ اندرویں سارا اندر صرف کر چکے تھے بعد دب گئے تھے لیکن لال لال انگارے اب بھی دھک رہے تھے۔ صرف سامنے کاٹھے کھلا تھا۔ اور کوئیوں اور شامیوں کے دل ہادل لوٹ کھسوٹ میں مصروف تھے اور ان بکسیوں کو دشمنوں سے گھرے ہوئے خیوں میں پناہ لینے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

جہنگ چھینے کا امکان باقی رہا عصمت آسٹا تو نہیں چڑوں پر بال بکھرائے تا عمر نظروں سے بھتی رہیں مگر غارتگروں نے بوٹ سے فافع ہو کر مظلوموں کو خیوں سے نکلنے کا حکم دیا۔ نبی زادوں سے اس ظالمانہ حکم کی تعمیل نہ ہو سکی، انہوں نے رحم و کرم کی انتہاؤں کے ساتھ سامنے آنے سے عذر کیا۔ چہرہ نہ ہوا اور انہیں عام لگا ہوں کے سامنے لانے کی یہ اوجھی تدبیر کی گئی کہ چند شعلہ فوج بد رشتوں نے خندق سے طبعی ہوئی لکڑیاں نکال نکال کر خیوں کو آگ دینا شروع کی۔

اٹا ناٹا میں دل لال فعل بلند ہو گئے۔ رسول زادوں کے واسطے یہ دوسری قیامت تھی جو ایشیا کے ہاتھوں نازل ہوئی لیکن شریف دیچا پرور بیبیوں کے صبر و ہمتی میں فرق نہ آیا۔ زینب خاتون نے اس حوصلہ فرما ہنگام میں سب کو ڈھارس دی اور عادلانہ نظم کے ساتھ لکچے ہوئے شعلوں سے دودھ ہوئی گئیں۔ جب ایک خیرہ خاکستر و چکا سیلوں کی جمعیت کو لیکر دوسرے خیر میں پناہ گزین ہو جاتیں اور ظالم اُسے بھی جلا کر خاک سیاہ کر دیتے۔

یکے بعد دیگرے تمام نیچے جگر راکھ کا دمیر ہو گئے۔ صحن آخری خیرہ باقی رہ گیا جس میں غائبہ بیارہ بخار کی شدت سے بیہوش پڑے تھے۔ بہتر و غار بھر چلے ہی بوٹ لیکے آئے تھے اب میں کے سوا جسم کے نیچے فرش باقی نہ تھا۔ بالمشہور مرض کی نرا واتی نے ہم گم کرنے والے مصائب سے بے خبر کر دیا تھا۔

تباہ حال شہزادیاں مضطرب سرایمہ غصیں گھیر کر بیٹھ گئیں۔ یہ امید تو ہمیشہ نہیں سکتی تھی کہ جفا کار مظالم سے ہاتھ کھینچے ہوئے صحن ایک خیرہ انعمیوں کے پناہ لینے کو چھوڑ دینے والے بیخیال فرد تھا کہ جب تک پرے کا امکان باقی رہے تاخروں میں کھلے سر نہ بکھلے گریز کرتے رہیں گے۔

بیبیوں کا اندیشہ غلط نہ تھا، ہنزہ نہیں خیر میں داخل ہوئے دیر نہ ہوئی تھی کہ قنات سے شعلہ بلند ہونے لگو۔ دھوپ سے تپتے خیر کو جلتے کیا نہ لگتی ہے؟ ہلکے تھپکتے آگ نے زور پکڑ لیا۔ مظلوم سیدائیوں کو اب چارہ نہ تھا۔ وہ دُری سہمی ہوئی ثانی ذہیر کا منہ تاک ہی تھیں۔ گویا خاموش زبان سے دریافت کرنا چاہتی تھیں کہ ”اب کیا حکم ہے؟“

زینب نے واقعات کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے سید سجاد کا شانہ بالا گرفتار سے ہوشیار کیا۔ جب انھوں نے بھرکتے ہوئے شعلوں کے درمیان نینت دنا تو ان آنکھیں کھولیں تو چاہنے والی چھو بھی نے فرمایا ”بیٹا ہو خیار جو! غار بگھروں نے ہیں بوٹ کر خیر میں آگ لگا دی ہے، ان کا مطلب ہے کہ نبی زادیاں بے پردہ ہو جائیں اور ان کے سر و لب پر کسی چیز کا سایہ باقی نہ رہے۔ اب تک ہلکنا عمروں میں جلنے سے بچے رہے۔ بھٹیا کے بعد تم امام زماں ہو کہو تو نیچے کے ساتھ جل نہیں کرنا کہیں کرنا کہیں چھو جائیں یا پھر برہنہ سر و جسم عام میں نکل پڑیں؟“

”عمو بھی! مشیت الہی سے کوئی چارہ نہیں ہے۔“ سید سجاد نے کمزور دانے سے جواب دیا ”مجبب تمام دلی و دواشہ شہید ہو گئے، ظالموں نے بیٹھے کا ٹھکانا جلا ڈالا تو باہر نکلنے کے سوا چارہ ہی کیا ہے؟“

چند بیبیوں نے بغلوں میں ہاتھ دیکر کلام کو اٹھایا، بچوں کی انگلیاں پکڑیں اور ”واغمدہ ودا علیہ ودا حسنا ودا حسنا“ کے دلد زعفر لگاتی ہوئی سیمکا روں کے پیچ میں نکل آئیں۔

رنگین تان کے بچہ سمندر پر گیا رہیں مات کا چاند چمکے ہاتھ۔ سنسان صحرائی ٹھنڈی فضا میں سیمیں کر دیں میں نہا نہا کر نکھر چکی تھیں اور نگاہ کی دھست تک نورس نور پھیلا تھا تاہم دنیا ویران اور سو گوار محسوس ہوتی تھی اور ایسا

ہی ہونا بھی چاہیے تھا۔ منافقین نے رسول اکرم کی حرمت نظر انداز کرتے ہوئے قرآن ناطق کو پارہ پارہ کر ڈالا تھا۔ رزم گاہ میں اسکی چھوٹی بڑی سورتیں بھری بڑی قہیں صبح کا مس آں عبا کے دھو سے کائنات کا ذرہ ذرہ سکوتا دکھائی دیتا تھا مگر باطل پرستوں نے چار گھنٹی دن ہے سے ایمان کی ضیاء بخش شمع گل کر کے دنیا میں نہیرا کر دیا تھا۔ اب جس چیز پر آنکھ پڑتی تھی وہ حسین کے غم میں دل نگارہ داشتک یز معلوم ہوتی تھی۔

یزیدی سپاہ میں تو اسوقت عیش و عشرت کا دور دورہ تھا۔ ہر سپاہی بکاسخو ہمسور و وطن تھا، زندہ مال منصب بھگوت حاصل ہونکی امیدوں نے تھکان کا نام و نشان تک باقی نہ رکھا تھا، لیکن وہ بکین ڈکھیا سید انبال جکا بھرا بھرا اگھر تباہ ہو چکا تھا، کھلے میدان میں حلقہ باندھے تھیں انکی آنکھوں نے نرسوں کی بھرنی لگا دی تھی مگر اس خوف سے آواز نہ نکال سکتی تھیں کہ مبادا شمر تازیانہ لیکر آجائے، ان کے سر کھلے تھے اور پرے کو کوئی چیز پاس نہ تھی پھر بھی غریبیدوں نے سر کے بائیں کو ہس طرح بکھرایا تھا کہ چہرے سے کمر تا کچھ نہ بچ رہا ہو گیا تھا، ان کے درمیان ریاک کے بستر پر یہ شجاد آرام فرما تھے۔ حالت یہ تھی کہ کبھی گھر اگر کش سے آنکھیں کھول دیتے تھے اور کبھی بیہوش ہو جاتے تھے۔

منجانی کی خدمت نہ بننے اپنے ذمہ لے لی تھی۔ سوختہ عود کا ایک ٹکڑا اور بار بار اٹھکھڑکی تھوڑی دو در طلا یہ پھر کر دیکھ لیتی تھیں کہ کوئی درندہ صفت سفیلوں کی ایذا رسانی کا ارادہ تو نہیں رکھتا ہے۔ بقیۃ السلف بچے پانی کی خاطر بلک بلک کے سو گئے تھے لیکن انصار داترا کا دل داغ اٹھائے ہوئے بیبیوں کی آنکھوں میں نیند کا نام نہ تھا۔ وہ رہ رہ کر اس داہمہ سے اچھل پڑتی تھیں کہ خالین پھر لوٹے آسے ہیں۔ رات بھیگ جلی تھی، سعد کے لشکر کا غل اور شمر سکوت مقفل سے مبدل ہو چکا تھا، جا بجا روشن ہونوالی آگ بھی آہستہ آہستہ ٹھنڈی ہو رہی تھی۔ اب ہڑکتے ہوئے فعلوں کے پرے ہلکا ہلکا و میداں بل کھاتا ہوا آسمان کی جانب اٹھنے محسوس ہو رہا تھا۔ ستم دیدہ عورتیں زانو پر سر دھرے انجام کی نسبت طر کر رہی تھیں، بہت جلد بدلتور چکنا چری کی خدمت میں مشغول تھیں۔

ٹہلے ٹہلے دفعہ انکی نظر ان جھللاتی روشنیوں پر جا پڑی جو یزیدی لشکر کے ٹھکان مظالم بیکس عورتوں کی طرف بڑھتی معلوم ہوتی تھی۔ شجاع باب کی دیرینگی کو فوری کسی تازہ خطبے کا احساس پیدا ہو گیا۔ اگرچہ ذاتعات نے انکی حالت کو زائد زبوں کر دیا تھا لیکن بائیں طہونے رگوں میں جوش مارا دیرانی مبادری نے مقابلہ پر آمادہ کر دیا اور بہن بھادوں کو پیش آئیے اجدید مظالم سے محفوظ رکھنے کو تیار ہو کر شیرازہ انداز سے آگے بڑھیں، اودھلی عورت ذوالفقار کی طرح کندھے پر عتی اور مافوت کا عزم، فشار سے نمایاں تھا، یہ نہی بڑھتے بڑھتے قتل گاہ کے سر پر جا کھڑی ہوئیں۔

روشنیاں نظار کی صورت میں بڑھتی رہیں جب تو وہ تو قدم کا فاصلہ رہ گیا تو بڑھنے کے ہوئے فرمایا :-  
 معتم کون لوگ ہو جو اتنی رات گئے بھی مصیبت زدوں کو صبر و سکون سے بیٹھے نہیں دیتے ہر دتے روتے  
 یتیم بچے ابھی سوئے ہیں، اس وقت دایس جاؤ صبح کو وہ جفا میں بھی کر لینا جہاں جاتی رہ گئی ہوں یا  
 ان چند بلبوں نے نہ جانے کیا تاثیر کی کہ برصتی ہوئی روشنیاں تم گئیں صرف ایک سایہ سا صاف سے ٹھکڑ  
 بڑھتا ہوا دکھائی دیا۔ جب نزدیک پہنچو تو زمین پر دیکھا کہ چادر پچھے میں اپنی بیوی ایک عراقی خاتون ہے۔ چہرے  
 سے نقاب لٹی ہوئی ہے اور نگاہیں شرم و ندامت کے بوجھ سے زمین کی طرف جھکی پڑتی ہیں۔  
 آزموائی عورت چند قیقے بالکل ساکت و صامت کھڑی تھی، پھر ادب موزعنوان سے عرض کیا ہوا :-  
 ”بی بی! کونہ کوئی غیر نہیں ہے، آپ کے مظلوم و مقتول بھائی کے جاں نثار حرمینہ زید ریاحی کی بیوہ ہے،  
 بچوں کے واسطے پانی اور تھوڑی سی حاضر لیکر حاضر ہوئی ہے۔ آپ آگے آگے تشریف لے چلیں ورنہ عقب  
 میں حاضر ہوتی ہے۔“

بانی کا ذکر کرتے ہی بنت اسد ائد کا کلیہ ہا سوں کے تصور سے شوق پونے لگا لیکن یتیم بھتیجی کی تشنہ لہی  
 یاد کر کے خاموش ہو گئیں۔ اُدھر انھوں نے تباہ شدہ شیخ کی طرف رخ پھیرا، اُدھر حُر کی بیوہ نے ہمراہی خواہش کو  
 بڑھنے کا اشارہ کیا۔



## نظم

از عالیجناب خان بہادر سید احمد علی صاحب رئیس پٹنہ دام تبارہ

جن وانساں ہمہ در غبطہ از شان حسین وہ پیرا غزا کہ سیکال منگس ران حسین مہر تابندہ شد از ریگ بیا بان حسین سرنگوں ماہ بود از سر دچوگان حسین ہر نفس خردہ جانہاست پسندان حسین وہ چہ بوحش کہ فلک مقامہ چاوش حسین سوجب فخر جہاں حاضر در بار حسین	کاجہ باخدا بہ دو عالم بود از آن حسین در ادب رنہج ایں مرد چہ بیان حسین خلہ شرمندہ شد از خار خیابان حسین تنگ گردوں بود از وسعت میدان حسین وانچہ باشد بہ دو عالم ہمہ قربان حسین وہ چہ از جن کہ فلک حاجب بودان حسین مایہ ناز شہاں چاکر در بان حسین
--	--

صاحب دولت ایماں ہمہ اصحاب حسین  
 فارس عرصہ مطوت ہمہ انصار حسین  
 محفوظہ میں مقدم خدام حسین  
 برق خاطن پے کیں تیغ شرر بار حسین  
 بدر عکسیت زلفش قدم پاک حسین  
 بر تراز بام فلک زینہ مشکوئے حسین  
 بچخ خضر چہ بود حاشیہ از فرش حسین  
 عقد پر دیں چہ بود خوشہ خردار حسین  
 زینہ قرب خدا پایہ ادرنگ حسین  
 مشرق نہر میں سینہ پر نور حسین  
 یاسمن غرن عرن از گل رخسار حسین  
 ہمسر فوج فلک مرکب جبار حسین  
 نازش جعفر طیار علت دار حسین  
 فقر عالم علم اللہ فوامیس حسین  
 ذبح از تیر جفا صغیر بے شیر حسین  
 پایہ زنجیر حسیں دلبر بیمار حسین  
 تشنگی سبخت جدا با جگر قلب حسین  
 دالہ بر نیزہ خولی پر نور حسین  
 ابر گریاں شدہ برگریہ دفرا حسین  
 بکراے چرخ دفر غم داند وہ حسین

ساک مسلک عرفاں ہمہ اقران حسین  
 حارث مینہ صولت ممہ اخوان حسین  
 افسر چرخ بریں پائے غلامان حسین  
 مزن ساکب پے دین ست درفشان حسین  
 ماہ نو پر تو نعل سیم یک ران حسین  
 بہتر از تضرع کلبہ احسان حسین  
 من و سلیحی چہ بود زلہ از خوان حسین  
 باغ جنت چہ بود گوشہ بستان حسین  
 قلل یزدان صمد سایہ دامان حسین  
 مطلع صبح ازل چاک گریبان حسین  
 منفعل گوہر ناب از دوردندان حسین  
 ازہر از مہر فلک اختر تابان حسین  
 کہ قوی بود از د باز دے لزلان حسین  
 ناز آدتم شہد اللہ نیساگان حسین  
 قتل از تیغ ستم اکبر ذی شان حسین  
 یتدی دیر ہمنہ سر خواہر دہنواں حسین  
 دود سے بر شدہ از سینہ بریاں حسین  
 آہ غلطیدہ بچوں پیکر عریان حسین  
 رعد نالاس شدہ بر نالہ و افغان حسین  
 اشک خونیں چکد از دیدہ گریان حسین

ہمت از فضل خدا زائر دہ اح حسین  
 احمد پیچہاں بندہ نالان حسین

# رأس الحسین

فاضل طیل جناب مولانا سید کاظم رضا صاحب علم درستہ الاعظمین لکھتے:

کربلا کے خونخوار مرتد کی صبح نقشہ کشی کہاں سے کوئی دل لائے جو کربلا کے مصائب کربلا ہی تک محدود نہیں، ایک سلسلہ ہے مصیبتوں کا جسکے امن کا طول خم نہیں ہوتا یہ مضمون مندرجہ ذیل میں صرف ایک مصیبت کا تذکرہ مقصود ہے جس کا عنوان انتہائی جھگڑا ہے حضرت حجت زیارت ناجیہ میں ارشاد فرماتے ہیں السلام علی الاعضاء المقطعات سلام ہو اس غریب مظلوم پر جسکے اعضاء بندہ سے جدا کر دیے گئے، دنیا کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی کو کسی سے دشمنی ہوتی ہے تو وہ صرف اس وقت تک سہی ہے جب تک دشمن زندہ رہتا ہے اور حشر حیات کبھی اذہر نہیں ہو گیا۔ مگر معلوم نہیں کربلا میں کیسے سفاک جمع ہو گئے تھے جسکی عداوت بعد شہادت امام مظلوم بھی ختم نہیں ہوتی۔ رسول کا یران ایاکلم والمثلہ مسلمانوں! قطع اعضاء سے باز رہو یہ سب تو خیر تھی کہ کفار تک کے لئے ناروا ذلیل نہ سمجھا گیا۔ مگر فرزند النبی کے لئے کلمہ گو یوں نہ بجا قرار دے لیا۔ شمر نے سرِ ظلم کیا، جمال نے ہاتھوں کو کاٹا، بکری نے انگلیوں کو قطع کیا۔ کسی نے ردائی کوئی عامہ لے گیا۔ لاش کو برہنہ دشت گرم کربلا چھوڑ دیا۔ آج تک موصی کو چیز حیرت زدہ بنائے ہوئے ہے کہ کیا شہدائے حسین کمان اور کس جگہ واقع ہے۔ کتب تاریخ و سیر بنا پر اختلاف رائے باہم دست و گریباں نظر آتی ہیں۔ ہر مونیخ نے اپنے مختار پیرا لکھ دیے ہیں۔ مؤلف کتاب الحسین لاعلیٰ جلال حسینی مصری نے جو علماء اہلسنت سے ہیں۔ جمع اقواس کی ہمت پوشش کی ہے لیکن بایں ہر صریح تحقیق سے بھر بھی پھر ہے بعض ادبیات کتاب مذکور کے حوالہ سے پیش کرتا ہوں۔ اسکے بعد املہ شاعر عربیہ کے مختار کو بھی وضع کر دیا۔

سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامامہ میں پانچ مختلف قول سر مبارک کے متعلق تحریر کئے ہیں۔

(۱) قیدیوں کے پہلے سر الشہید لایا گیا پھر پلنگ کربلا طر کے ساتھ دفن ہوا۔ (۲) مدینہ میں جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہا کے پیلو میں دفن ہوا (۳) سر مبارک خزانہ مدینہ سے بکراہ پیکر دمشق ہی میں مقام البقیع میں دفن ہوا (۴) مسجد قدم میں دفن ہوا (۵) خلافاً فاطمیین بالافرائس سے عسقلان لے گئے بعد کو قاهرہ میں لیوا کر دفن کیا۔

سبط ابن جوزی اپنے عقیدہ کا اظہار ذیل کے الفاظ میں کرتے ہیں: "مختصر یہ کہ جہاں بھی شہدائے حسین ہو یا جسم طیبہ طاہرہ دونوں جو حسین ابن علی کا شہد دل و ضمیر سرار و خواطر میں ہے۔ کیا خوب کہنے والے نے کہا جو

لا تطلبوا الموت للحسين بارض شرف او بغرب۔ دعوا الجہود و دعوا نحوی فمشهدہ بقلوب مولانا حسین کو تم نہ تلاش کرو مغرب مشرق میں، بلکہ جہود کرو میری طرف بڑھاؤ کیونکہ میرے دل میں آپ کی قبر ہے مؤلف کتاب حسین اسکے بعد تحریر کرتے ہیں کہ علاوہ سبط ابن جوزی اور مورخین کی کتابوں کو دیکھنے سے نواتواں تاک تعداد پہنچی ہے۔ (۶) سر حضرت کا دفن کیا ہی نہیں جیسا کہ ابن کثیر نے کتاب البدایہ والنہایہ میں ایک قول تحریر کیا ہے۔ (۷) ذہبی نے تاریخ اسلام میں ابی حرب سے روایت کی ہے کہ جو قمرت دلید پر چڑھائی ہوئی میں بھی ان لوگوں کے ساتھ تھا جو خزانہ لوٹ رہے تھے ایک چمڑے کی پھیلی دستیاب ہوئی جو اسات کے دھوکے میں اسے باہر لیکر نکالا درگوٹے پر سوار ہوا جب باب قواع سے باہر ہو گیا تو اسوقت اس پھیلی کو کھولا ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹی ہوئی کوئی چیز نظر آئی۔ ریشمی کپڑے پر لکھا ہوا تھا ہذا مرا من الحسين یہ حسین ہے فوراً جتنی تلوار سے ایک گڑھا کھودا اور کھودیں دفن کر دیا (۸) مقریزی نے خط میں لکھا ہے کہ تین دن تک بتی میں سرسولی پر لوگ رہے پھر خزانہ بنید میں داخل کر دیا گیا۔ سلیمان ابن عبدالملک نے اپنے عہد میں مقابلہ سلیمان میں اسے دفن کر دیا۔ عبد العزیز جب ممکن ہوا تو داروغہ سلیمان سے سر مبارک آپ کا طلب کیا جواب میں لکھ دیا گیا کہ سلیمان اسے دفن کرا چکے ہیں۔ لیکن جب بنی عباس کا تسلط ہوا تو انھوں نے مقام سلام دریافت کیا۔ جگہ معلوم ہونے پر سر نکالا اور اپنے قبضہ میں کر لیا پھر معلوم نہیں کیا ہوا اور کہاں دفن کیا۔ (۹) عبداللہ شبراوی نے "تاج البحار" میں ابی فضل خلوتی سے روایت کی ہے جو کہ انھوں نے قول کے سادی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ مقریزی نے بنی عباس کے ہاتھ میں لکھا ہے اور شبراوی نے تیمور سے تسلط کے دوران میں یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

## مؤلف کتاب حسین کا مختار اور اس کا ثبوت

تغصن تلاش کے بعد میں یہ نتیجہ تک پہنچا کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ مشہد راس الحسین قاہرہ ہی میں ہے حق اور درست ہے تاؤ فیکہ قطعی ثبوت اسکے خلاف یہ نہ پایا جاوے۔ البتہ یہ بات کہ سر مبارک دمشق سے عسقلان اور پھر عسقلان سے قاہرہ آیا اور دفن ہوا محتاج ثبوت ہے۔ لیکن سر مبارک آپ کا قاہرہ ہی میں دفن ہوا یہاں مشہد راس الحسین کی تحریکات و غلطیوں کے باوجود غلطیوں کی یادگار موجود ہے اور زیارت گاہ مؤمنین بنی ہوئی ہے شاہ فیاد مرحوم نے اس کی تجدید تعمیر کے لئے کئی کئی کھدائی کی۔

شعرانی نے کتاب منن میں ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ میں اور شیخ شہاب الدین چلبی حنفی المذہب مشہد راس الحسین کی زیارت کو گیا قبر کے سرانے شیخ الدین سو گئے عالم خواب میں دیکھا ایک شخص بھڑکتا نقیبہ مبارک کے قریب سے بھاگتا ہوا اور رسول خدا کے پاس گیا میں دیکھ رہا تھا کہ وہ حجۃ نبوی میں

دخل ہوا اور جاکر آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ احمد بن ایوبی اور شیخ شہاب الدین زیارت کے لئے آئے ہیں مگر کھانا نے درگاہ خدایں ہاتھ بلند کئے فرمایا کہ ہمارا کھانا دونوں کی زیارت کو قبول فرما اور ان کو بخش دے۔ اس دن سے براہ شیخ شہاب اکبر دستور ہوا کہ چھ روز زیارت کے لئے آتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ کھانا یقین سے کھا کر آپ کا سراقس اسی مقام پر دفن ہے۔

واقعہ مذکورہ سے نظارہ مولف کتاب بحین کے خیال کی تائید ہوتی ہے مگر اس سے دھوکا نہ کھانا چاہیے بہت ممکن ہے کہ ایسا واقعہ پیش آیا ہو اسلئے کہ الشیہ ہمدانی کی طرف جو حصہ بھی زمین کا منسوب ہو گیا وہیں رحمت و برکت خداوندی خیمہ زن ہو گئی۔ آج سیکڑوں عزا خاں نے اور درود خدہ مبارک کی بہت سی شبیں اظرف و اکناف عالم میں موجود ہیں جن سے براہی قسم کی کرامت و برکات ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔

### امامیہ کا خیال

بحار الانوار جلد دوم میں علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ مشہور علمائے امامیہ میں یہی ہے کہ سر مبارک صراطی کے ساتھ دفن ہوا اور خود امام زین العابدین نے جسد پاک کے ہمراہ دفن کیا۔ لیکن کثرت سے خبریں اس امر کے متعلق پائی جاتی ہیں کہ حضرت گھگھف خنث میں قبر ہر المومنین سے قریب دفن ہے واللہ اعلم۔ جلاہیوں میں تحریر فرماتے ہیں کہ علمائے شیعہ میں مشہور ہے کہ حضرت زین العابدین مع سر لائے شہداء و ذرائعین کمر بلائے اور ان سروں کو بدن سے طعن کیا لیکن یہ قول بنا بر روایات کے بعید معلوم ہوتا ہے۔ احادیث کثیرہ اسی بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ایک شخص نینبان نامی آنحضرت سے سراقس کو لے گیا اور بالائے حضرت ہر المومنین دفن کیا۔ اسی سبب سے خنث میں بھی زیارت امام حسین سنت ہے اور یہ روایت اسپر بھی دال ہے کہ حضرت رتو کھدا سراقس کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ واضح ہو کہ حقیقت واقعی دفن سراقس کی اگرچہ ہم کو دریافت نہ ہو لیکن اس میں شک نہیں کہ صراطی اور بدن اور مقام شریف اور محل منیف کو منتقل ہو کے عالم قدس میں باہم دگر ملحق ہوا۔

ہمارے کارخانہ کا بنایا ہوا درتی قوام تنباکو خوردنی اپنی پاکیزہ اور ذہن کو معطر کر دینے والی خوشبو، لطافت اور پان کو بھید خوش ذائقہ اور لذیذ بنانے کے کاٹھے مشہور معرّف ہر آپ بھی بطور امتحان ایک مرتبہ ضرور استعمال فرمائیے قیمت فی تولہ دو روپیہ۔ علاوہ اسکے ہر قسم کے عطریات، زردہ تنباکو خوردنی درتی گولی تنباکو وغیرہ فرمائش آنے پر روانہ کیجاتی ہیں۔

پتہ غلام حسین غلام سبطین تاجر عطر چوک لکھنؤ





# زرگاہ کربلا میں قتلِ تمان حسینؑ رسولِ اسلام کو بھی قتل کر ڈالا

عالیجناب شیخ محمد عثمان صاحب بریل علی سید رحیمہ بڑا گاؤں گھوسی علیگڑہ

واقعاتِ عالم شاہد ہیں کہ دنیا میں حق و باطل کی جنگِ مروت سے قائم ہے جب سے نوع بشری عالم وجود میں آئی خاصانِ خدا و عاشقانِ اسی کے پاؤں سے دامنِ گیتی ہمیشہ طغیانِ باجائار ہادیانِ اکھوں نے حق پرستی کے جرم میں لاکھوں بلکہ کروڑوں ہندوگانِ خدا کو خاکِ خون میں تر پتے دیکھائے مگر جن اکھوں نے جوہرِ استبداد کے ہاتھوں سے ان حوادثِ کبریٰ کے وقوع کے مناظر دیکھے ہیں وہی اسکے شاہد ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے علم انجیز مادہ نہ نہاد کو موجوداتِ عالم کے اندر سطحِ افکارِ مذہبی میں کچھ جس طرح حسینِ مظلوم کے حادثہ نہاد کبریٰ کے موقع پر دیکھا حق پرستی اور اعلیٰ کلہ اللہ کی قربانگاہ پر بے شمار قربانیاں ہوئیں مگر قدرت کی جانب سے تاثراتِ حزن و غم کے اظہار میں وہ بہت کم کبھی مشاہدہ میں نہ آیا جو سر زمینِ نبویؐ کی قربانی کے موقع پر دیکھا گیا۔

موضنِ صاف لکھتے ہیں کہ سرخیِ شفیقِ حسینؑ کے قتل کے پہلے نہیں دیکھی گئی اور ابنِ سعد نے اپنی کتاب طبعات میں ذکر کیا ہے کہ میرے جدا مجھ نے اس پر تبصرو کیا ہے کہ جب کسی کا غصہ میں چہرہ سرخ ہو جائے تو اس سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ شخص غصہ میں ہے اور یہ بات ناراضگی کی علامت ہے حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس کے چہرہ پر اور وہ غصہ میں سرخ ہو گا اس نے قتلِ حسینؑ پر اپنی ناراضگی اور غضبِ اظہارِ حق کی سرخی کے توسط سے کیا اور یہ

امراں جرم کے عظیم ہونے کی دلیل ہے۔ (تذکرہ خوں لالہ ص ۱۵۵، صوفی محرقہ ص ۱۱۱، الاغانی بول الشرائع ص ۱۳۱) حق سبحانہ کی جانب سے محض اسی اظہارِ ناراضگی پر انکشاف میں کی گئی بلکہ یہ بہت کم بھی کیا گیا کہ موجوداتِ عالم علیٰ صغلیٰ سب سے شہیدِ مظلوم کی اتھاری میں حصہ لیں چنانچہ جب حسینؑ شہید ہوئے تو آسمان سرخ ہو گیا آفتاب کو گمن لگ گیا یہاں تک کہ دن دوپہر میں تارے دکھائے دینے لگے کوئی پتھر نہیں اٹھا یا گیا مگر اس کے نیچے خون تازہ نکلا۔ (صوفی محرقہ - نیایح الموقۃ ص ۳۲)

ابو اسحاق سفرائی اپنے مقتل میں واقعہ قتل کے بعد ص ۲۳ پر لکھتا ہے کہ اس وقت زمین کو زلزلہ لگا مشرق و مغرب تیرہ دن تار ہو گیا لوگوں پر بھلیاں گرنے لگیں بھلائی کا منادی نے آسمان سے ندا دی امامِ پیرام پیرائے قتل کر دیے گئے۔ ایک ایسی ہی نقل کرتا ہے کہ اس وقت آسمان پر ایک تار بیک در سیاہ عیار اٹھا جس کے ساتھ سرخ آندھی تھی جی جبر لوگوں کو یہ گماں ہو کہ اب ہم پر عذابِ نازل ہو گیا۔

حصین کا بیان ہے کہ جب حسینؑ قتل ہوئے تو لوگ دمینہ اس طرح سے کہ گویا دیواروں سے خون آلودہ کر دیا

ہیں طلوع آفتاب دن چڑھے تک ایسا ہی رہتا تھا (تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۲۳)  
 ابن سیرین کہتے ہیں کہ کبھی بن زکریا کے بعد آسمان کسی پر نہیں روایا سورۃ حین بن علی کے تاریخ ابن عساکر ج ۴  
 ص ۳۳۹ اس تاریخ میں یہ بھی ہے کہ جب سیدی شہید ہوئے تو دن کو تارے نظر آنے لگے جو تارہ بھی عصر کو دکھائی  
 دیا آسمان سے سرخ خاک برس ادرسات بنانہ روز آسمان ایک خون کے بوضرے کی طرح رہا۔

۱۱ تاثرات علمی کی وسعت اور امتنا جزن دالم کی یہ ہمہ گیری اس کا ثبوت بہم پہنچانے کے لئے کافی ہے کہ  
 شہادت حسینی کو جو درجہ عظمت حاصل ہے وہ کسی دوسری شہادت کو حاصل نہیں ہوا اور وہ صرف اس لئے کہ کمال  
 رسول اسلام میں ہوگی (شہادت احمی اس کو حضرت امام حسین نے اس بلند حیثیت سے پورا کیا کہ عالم کے ذریعے  
 ذریعے نے گواہی دیدی کہ حسینی شہادت بقیعہ کسی ایسی جلیل القدر شخصیت کی طرف سے تھی کہ جسکی روحانیت و اثر  
 کا سکہ سترہ سو سال تک عالم علوی و مطلق کو گھیرے ہوئے تھا اور یہ عظمت و منزلت سورۃ جناب سالک کسی کو  
 حاصل نہ تھی پس یزید یوں نے حسین مظلوم کو شہید کر کے رسول اسلام کو بھی قتل کر ڈالا۔

(۷) شہادت حسینی کا عین شہادت رسول ہونا حسین مہی وانا من الحسین حسین مجھ سے ہیں اور  
 میں حسین سے ہوں اور اولنا محمد و آخرنا محمد وادسطننا محمد وکلنا محمد وغیرہ احادیث نبویہ پر  
 فی الجملہ غور و فکر کرنے سے واضح ہو سکتا ہے علاوہ اسکے شاہ عبدالعزیز دہلوی نے کتاب ستر الشہادتین میں فرمایا  
 ہے (ترجمہ عربی) معلوم ہو کہ جو کمالات حجاب ادا بنیہ فروع میں تھے وہ ہمارے پیغمبر میں یکجا جمع ہو گئے تھے (بعد ذکر  
 کرنے کمالات انبیاء کے لکھتے ہیں) لیکن ایک کمال باقی رہ گیا تھا جو حضرت کی ذات میں حاصل نہ تھا یعنی شہادت  
 ادما کی ذات میں اسکے حاصل نہ ہوئے کہ وہ بھی کہ اگر حضرت جنگ میں شہید ہوتے تو شہادت اسلام کی ٹوٹ  
 جاتی اور عوام کی نگاہوں میں دین کے اندر ظل بڑھ جاتا اور اگر ناگہانی پوشیدہ شہید ہو جاتے جیسے حضرت کے  
 بعض خلفاء شہید ہوئے تو آپ کی شہادت مشہور نہ ہوتی بلکہ پوری شہادت ہی ہوتی اس واسطے کہ شہادت تائید  
 اسی کا نام ہے کہ آدمی طہارت اور کرب و مشقت میں مارا جائے اور اسکے گھوڑے کو پتے کو دیا جائے اور اسکی لاش  
 میدان میں پڑی رہے اور اسکے ساتھ اسکے اعزاء و اصحاب و اقارب مائے جاں و مال اسکا لٹا جائے اور  
 اسکی عورتیں اور یتیم بچے گزندار کئے جائیں اور یہ مصیبتیں صرف خدا کے واسطے ہوں پس حکمت الہیہ نے چاہا کہ  
 آنحضرت نے تمام کمالات میں اس کمال عظیم کو طوع کیا جائے۔ بعد آپ کی وفات کے اور بعد آپ کے ان ایام  
 خلافت کے گزر جانے کے جنہیں آپ کے لئے مظلومیت و ظلمیت مناسب تھی اور یہ کمال عظیم آپ کو واسطہ  
 ایسے لوگوں کے حاصل ہو جو آپ کے اہلیت ہوں بلکہ آپ کے اقرب اقارب اور اعزاء و اولاد اور ہمنزل آپ کے بیٹوں کے  
 ہوں تاکہ طوع ہو جائے ان کا حال حضرت کے حال سے اور داخل ہوں ان کا حال حضرت کے حال سے اور داخل ہو

ان کمال حضرت کے کمالات میں پس عنایت الکیہ بعد گزر جانے ایام خلافت نبوی کے اس کمال کو طبع کر کے  
طرف متوجہ ہوئی اور اس نے حسین علیہا السلام کی آنحضرت کا قائم مقام بنایا اور دونوں کو قرار دیا دو سنیے  
پر تو کمال محمدی کے لئے اور در رخائے جلال مصطفوی کے لئے اور چونکہ شہادت کی دو تہیں تھیں ایک شہادت  
پوشیدہ اور دوسرے علانیہ یہ دونوں تہیں ان دونوں بزرگواروں پر تقسیم کر دی گئیں۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حسین کے کمالات و حالات عین کمالات و حالات رسول اللہ  
تھے اور ان دونوں بزرگواروں کو رشتہ التاب سے حاصل اتحاد باطنی تھا اور اس اتحاد باطنی و اتصال حالات  
و کمالات کی وجہ سے یہ دونوں فرزندان رسول آپ کے قائم مقام اور بدل تام تھے پس حسین کا شہید ہونا گو یا  
رسول کا قتل ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔

(۳) اور سواد عظیم کے علمائے اجل۔ یحییٰ اعتراف کیا ہے کہ اہلبیت جباریہ رشتہ التاب کے بدل اور قائم مقام  
تھے احکام میں آنحضرت سے اتحاد و شریک رکھتے تھے۔ چنانچہ علامہ مینا پوری ایک کرمہ کیصت تکلف و دن دانتم تنلی  
ایات اللہ و فیکہ دسولہ کی تفسیر کے ذیل میں فرمایا ہے (ترجمہ عربی) کتاب خدا تو ہمیشہ ہانی رہنے والی ہے  
لیکن جناب رشتہ التاب اگرچہ بظاہر ہر جوار رحمت الہی میں گئے مگر ذریعہ باطن آپ کا مومنین کے درمیان باقی ہو  
تو گیا حضرت ہی باقی ہیں اسکے علاوہ حضرت کی عزت اور آپ کے ورثہ ظاہر میں بھی آپ کے قائم مقام ہیں اسی  
لئے حضرت نے فرمایا ہے انی ماریک فیکہ التغلیین

اور صواعق محمدیہ میں ابن حجر کی نے لکھا ہے (ترجمہ عربی) چونکہ تمام دنیا کو اپنے نبی کے لئے پیدا کیا ہے ہذا  
قلرد یا اس کا دوام رسول و اہلبیت کے دوام سے اسلئے کہ اہلبیت بہت سی اشیاء میں رشتہ التاب سے  
مساوات رکھتے تھے۔

اور امام رازی نے جو لکھا ہے اس کا مضمون یہ ہے کہ اہلبیت رسول آنحضرت سے پانچ چیزوں میں مساوات  
رکھتے ہیں سلام صلاۃ طہارت تحريم صدقہ اور محبت، ان تمام کاموں سے صاف قطعی طور پر معلوم ہو گیا کہ اہلبیت  
جناب رشتہ التاب کے بدل تام تھے اور احکام میں انکو حضرت سے مرتبہ اتحاد و اصل تھا لہذا انکی شہادت یقیناً شہادت  
رسول ہوگی۔

(۴) اور چونکہ جناب رشتہ التاب کمالات میں کمال ترین خلایق تھے اسی طرح شہادت بھی اعظم و اکمل ہونا چاہیئے  
اور تاریخ عالم یہ بتاتی ہے کہ اسی اعظم دایم مراتب شہادت پر حضرت امام حسین فائز ہوئے کہ جس مرتبہ شہادت تامہ  
کو کبھی کسی نبی یا ولی نے حاصل نہیں کیا اور یہ مرتبہ شہادت تامہ کا ذات مباح کہ حضرت امام حسین ہی کے لئے  
مخص رہا شہدائے راہ خدا میں کوئی بھی حضرت کا ہمسر نہیں ہوا اسی وجہ سے جو مضطرب و بکسر تاثیرات خدا کے اس سبب

جانناڑ کی رگوں سے بے ہونے خون ناحق میں تھیں وہ کسی اور کے خون میں نہ تھیں اور یہ لانا بی عظمت و اہمیت اس حقیقت کو بے نقاب کرتی ہے کہ نہ ذیہ راہ خدا حسینؑ کو حضرت سے خاص اتحاد باطنی حاصل تھا اور نہ کے قاتلوں نے تمنا تھیں کو جام شہادت نہیں پلایا بلکہ بغیر سلام کو بھی شہید کر کے اُن کا بھی خون بہایا۔

## سلام

انجناب خان بہادر جو دھری سید شریف محسن صاحبہ نقوی مدظلہ لائف اہل عربین میں ماہرین صلح متھرا

طرح گہر نشاں ہے مگر قدر داں کہاں	ہم جنکو ڈھونڈتے تھے ہینہ آنکھیں یہاں کہاں
راحت کبھی ہوا گئی بھولے سے اس طرح	آئی صیدا یخانہ دل سے کہاں کہاں
ملت تو بے سنہنے کی تھم تھم کے ظلم کر	جائیں گے تجھ سے بھاگ کے آسماں کہاں
بچھڑے ہوؤں کا حال ہو معلوم کس طرح	یہ بھی خبر نہیں کہ گیا کار داں کہاں
شمشیر لے کے خرچو چلا بسر کار زار	شہ نے کہا کہ اے مرے صفد کہاں کہاں
کیوں ہونہ کر بلا کی زیارت کا دلیں شوق	اسکے سوا جہاں میں ہر سیر جہاں کہاں
جز نام حسین کوئی فکر ہی نہیں	ہے اس زمین پاکت یہ آسماں کہاں
کہتے تھے شاہ یہ تو بتا دو ستم گمزد	رن میں تڑپے ہا ہے مرا لوجواں کہاں
زندہ ہے یا کہ دارِ فنا سے گذر گیا	کہانی ہے میرے نور نظر نے سناں کہاں
دم توڑتا ہے بدشت میں یا ہے لب فرات	ڈھونڈوں کہاں کہاں سو جاؤں کہاں کہاں
سبط نبی یہ چل گئے حوبے ہزار ہا	کیونکر کہوں کہ خیم لگے تھے کہاں کہاں

کہنے کو سب ہیں ذاکر سرور ہیں پر شریف  
یہ دلولہ، یہ جوش، یہ حسین بیان کہاں

# سلام

عاجلہ صاحبہ دہری سیدنا حسن صاحب ذوقی رضوی بالقاء

ہکا رہے عدلہ جاکے اکبر ہے نافہ ایسا کہاں ختن کا  
 شمیم کھسکے عینیں سو، بسا ہے میدان تمام رن کا  
 کھایا عدلہ دشت کس میں جو آیا نخت چکر حسن کا  
 جو تھا حرم کا باغ خوشنود، یہ گل ہر دوسری چمن کا  
 یہ زینے منبر کے نہ فلک میں بیان غم ہر شہ زمن کا  
 تو ہم تمام پشادہ دیں کے گماں ہر انجم کی انجمن کا  
 ہے تخم بہتات ہر تاباں نشان سجدہ بین و عارض  
 کماں جن میں کھر ہے ہی سو نوہ ایک رخ ہر شہ زمن کا  
 شمیم گلگون جسم اکبر سے دشت سارا بسا ہوا ہے  
 گرہ ہر نیل و لب مشکو کی کہ نافہ ہر بجائے ختن کا  
 ہوا ہے دم بند بلبلوں کا، جو دج شبیر پڑے ہا ہوں  
 ہے شور تحسین کا جلسہ میں کھلا ہر مے سخن کا  
 پسند کیوں ہوا اہل فن کو، نہ کیوں ہو شہرت مرو سخن کی  
 کہ ہے تیار بختین کی یہ فضل ہے بی و المن کا  
 ہر ایک نچ و لم کا دلیں خالی ہوتا جو چند دن تک  
 مگر اگر جس میں آجکات یہ حال غم ہے شہ زمن کا  
 کیا ہو کہ تم نے نہ لاکہ جو کسی سے کبھی نہ ہوتا  
 پس جو زینت کے لئے ہے گری، یہ تو میدان میں چاہو تھا  
 عجب ہے یہ اتھلا گتہ دل، یہ ظلم ہوا اس مصطفیٰ پر  
 حسین خمیہ میں سطر ج سو ٹھاکر لائے ہیں لاش اکبر  
 علم ہو تو اور دشت شہ میں قلم سرا عدا کے ہونے ہیں  
 بڑے تھے بیدار دہ ستار نہ آیا کجی پہ رحم آخر  
 جو آئی کربلا میں زینت کہا یہ و رو کے لاش شہ پر  
 کسے ہمدردی کی ان م کا کسے تو ہے نہ زندگی کی  
 شمیم کھسکے عینیں سو، بسا ہے میدان تمام رن کا  
 جو تھا حرم کا باغ خوشنود، یہ گل ہر دوسری چمن کا  
 تو ہم تمام پشادہ دیں کے گماں ہر انجم کی انجمن کا  
 کماں جن میں کھر ہے ہی سو نوہ ایک رخ ہر شہ زمن کا  
 شمیم گلگون جسم اکبر سے دشت سارا بسا ہوا ہے  
 گرہ ہر نیل و لب مشکو کی کہ نافہ ہر بجائے ختن کا  
 ہے شور تحسین کا جلسہ میں کھلا ہر مے سخن کا  
 پسند کیوں ہوا اہل فن کو، نہ کیوں ہو شہرت مرو سخن کی  
 کہ ہے تیار بختین کی یہ فضل ہے بی و المن کا  
 ہر ایک نچ و لم کا دلیں خالی ہوتا جو چند دن تک  
 مگر اگر جس میں آجکات یہ حال غم ہے شہ زمن کا  
 کیا ہو کہ تم نے نہ لاکہ جو کسی سے کبھی نہ ہوتا  
 پس جو زینت کے لئے ہے گری، یہ تو میدان میں چاہو تھا  
 عجب ہے یہ اتھلا گتہ دل، یہ ظلم ہوا اس مصطفیٰ پر  
 حسین خمیہ میں سطر ج سو ٹھاکر لائے ہیں لاش اکبر  
 علم ہو تو اور دشت شہ میں قلم سرا عدا کے ہونے ہیں  
 بڑے تھے بیدار دہ ستار نہ آیا کجی پہ رحم آخر  
 جو آئی کربلا میں زینت کہا یہ و رو کے لاش شہ پر  
 کسے ہمدردی کی ان م کا کسے تو ہے نہ زندگی کی

# موت و شہادت

عاجل بناب سید آل سبطین صاحب صفیری پسر سرری از جبل پور

موت کا نام بشر کو ایک عبرت کا سبق دیتا ہے۔ موت کا ظاہری پیغام ہر ذی روح کے سفر کو ختم کر دیتا ہے۔ موت کے آثار تمام جان والوں کو غم میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ موت کا ذکر تمام مٹناؤں کو مضحک کر دیتا ہے۔ نہ معلوم ان تین حرفوں میں کونسا ایسا زہر پوشیدہ ہے جو ہر ایک کے لئے باعث آفت بن جاتا ہے۔ جبکہ دیکھو اسکو ننگ پریشان ہو جاتا ہے جس کے سنوہ آہیں بھر کر اس کا ذکر کرتا ہے جس سے بوجھو وہ اس سے اٹھ کر نہیں کھڑا جانتا ضرور ہے مانتا ضرور ہے مگر صحت نام لینے سے اس طرح کی وحشت سپرطاری ہوتی ہے کہ سوائے اس منظر کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔

دل میں اگر کسی چیز کے نام سے غمت پیدا ہو تو بے قیاس موت کے نام سے۔ فانی موت زندگی کا دوسرا نام ہے جو انسان کو آگاہ کرتی جاتی ہے مگر بے خبر انسان اس سے ہمدرد غافل ہے کہ جس طرح خود اپنے وجود سے کہ کرب ہوا اور کس طرح ہوا۔ اپنے وجود کی تو خود خبر نہیں مگر موت سے باخبر ہیں یہ جانتے ہیں کہ ضرور آئے گی۔ اتنا معلوم ہے کہ یہ کسی کو نہ چھوڑے گی۔ یہ روز دیکھتے ہیں کہ آج فلاں گھر میں صف ماتم بھی ہے اعزہ گریہ و بکا میں مشغول ہیں بے سادہ دینے والے موجود ہیں۔ دوسرے کا واقعہ سن کر دل میں کراہت اور تعلیم صریحی نہیں خاندان والے موت کا شکوہ نہیں کرتے اجماعاً اقربا کوئی اسے شکایت نہیں کرتا سب جانتے ہیں کہ یہ وہ منزل ہے جو سب کیلئے ہے اور اس سے کوئی ذی روح بچ نہیں سکتا مگر یہ خبر نہیں کہ کب درگی اور کہاں آوے گی۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں سامان سویر میں کا بے کل کی خبر نہیں

میدان علم میں اپنے علم سے کام لینے والوں نے جب موت کا ذکر کیا تو ایک بے بسی کی ہستی نظر نہ پڑی جہاں نہ کوئی برسان حال ہے نہ کوئی چراغ جلائیوا لائے نہ کوئی فاتحہ پڑھنے والا ہے کہ ان بھولے ہوئے عزیزوں کو جو ہماری زندگی کے باعث وجود تھے یا ذکر کے کچھ انکو یاد رکھیں۔ نہ کسی شخص نے اپنے مرنے کی خبر کسی کو دی ہے کہ میں غلام تابخ فلاں دن اس دنیا سے کوچ کر رہا ہوں۔ اگر زندگی کے نادیدہ اس گروشن موت میں کچھ جاوے تو کوئی شخص ہنسی خوشی اپنی زندگی نہیں بسر کر سکتا۔ اور ہر ذی بشر کو نہ اس کا علم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے اوقات زندگی کو آخری منزل تک بڑھتا جائے۔ یہ رموز ہیں اور ان ماز کے ناگوں کو پند و دگار عالم نے صرف چند مخصوص وجوہ کی بنا پر اپنی حجت قائم کر کے اپنا علم دیدیا ہے۔ وہ علم جو ہر روز دگار و دہاں کے لئے دیرت عبادت بنے ہوئے ہیں انکو خاص خاص بندوں پر عطا ہر کر کے اپنا خلیفہ مقرر کر لیا ہے۔ انھیں مخصوص حصہ عاروں میں علم خدا کے

دریا میں نہن ہو چکا ہے معلوم ہے کہ موت کیلے جاکہ لاتی ہے اور اس سے انسانی زندگی کا کیا تعلق ہے۔  
موت کا حال ایسا واقعہ ہے جو کسی پر پوری طرح روشن نہیں مگر صرف اتنا ملنے میں کہ جب یہ ہماری جان  
کا مالک حکم دیتا ہے کہ میں اب تم کو توبہ چوں و چلا خوش ہو کر چلے جاتے ہیں اور بعد مرنے کے یہ شخص اپنے جسم کی حالت  
کو دوسروں کی زیر نگرانی سپرد کر دیتا ہے اگر کوئی ہوا تو جو کچھ کھا کر اسکے دفن کو دفن کا انتظام کر دیتا ہے در نہ یہ محض تعلق  
ہو کر یونہی بڑا رہتا ہے نہ کسی سے کوئی وصیت کی اور نہ اب کر سکتا ہے۔

وصیت کرنے والے اپنے عزیز و اقربا سے وہ باتیں کہتے ہیں جو بعد مرگ ان کو پیش آسوالی ہیں اگر کوئی شخص عزیز  
و اقربا رکھتا ہو اور وہ یہ جانتا ہو کہ میرے ساتھ ساتھ یہ بھی موت کے منہ میں جاوے گا تو وہ کس سے وصیت کرے  
کہ بعد میرے میری لاش کو دفن کر دینا۔ ان تمام مصائب کا منتظر ہونا کا خط اپنے بطن میں سوئیوں کو دکھا کر  
کہہ رہا ہے کہ اے دنیا والو! ذرا میں سوئیوں کو دکھو کہ جنہوں نے اپنے مرنے کی خبر دی تھی اور اہل قریہ کو بلا کر یہ  
کہا تھا کہ اے اہل قریہ جب ہم شہید ہو جائیں تو ہماری لاشوں کو دفن کر دینا۔

یہ آدائیس نازیدہ رو کا رسول اسلام کی تھی جس نے اپنے علم سے کام لیکر دنیا کو جادو یا تھا کہ ہم ہیں زمین  
کر لاکھ صرف اس شخص سے غریبہ میں کہ بعد مرگ ہیں دفن کر دیا جائے موت سے آگاہ تھے اور نہ ہونے والے  
واقعہ سے باخبر تھے۔ فرزند رسول جناب امام حسین نے اپنی شہادت کا یہ پہلو واقعہ قبل موت بنی اسد پر ظاہر  
کر دیا تھا۔ خاندان بنی ہمد جو کہ اس زمین کے مالک تھے جہاں انکے قبائل تھے وہیں یہ لوگ کا شکار کر لیا کرتے  
تھے۔ امام حسین نے موت کے لفظ کو حقیقی معنوں میں سمجھ لیا تھا کہ سے رو انہ ہونے والے وقت بلکہ مدینہ سے رو آگئی  
کا مقصد یہی تھا کہ اب موت بدھ کر رہے ہو جاؤ وہی لے کر بلا میں ہو چکا رہی ہمد کو جتا کر نیکہ کر دی تھی۔

میدان اسلام میں فرزند شاہ لافنی کی حقیقت افروز کارگزاریاں دیناے اسلام کو اسلام بنانے کا سبق  
دیر ہے۔ موت سے ہلکانا ہستیاں اپنے وجود کو نابود سمجھ رہی ہیں واقعات کی آپ بیتیاں سمجھانے پر مجبور ہو کر رہی  
ہیں اسلام کے صیغہ صمد میں دائرہ شریعت کے مالکوں نے اپنی جانوں کو سپرد زمین کرنے سے قبل ہدایت آموز  
تعلیم سے بہرہ ور کر دیا ہے۔ علم لدنی کے وارثوں سے دریافت کئے کہ امام حسین نے اپنی موت سے قبل موت  
کیوں یاد کیا واقعہ کمر لاکا سنگین معرکہ اپنے دامن میں امام حسین کی شخصیت کو واضح کر رہا ہے دشمنوں نے  
امام حسین کے واقعہ یہ خاک ڈالنی چاہی مگر آفتاب ہرگز غبار کفر سے پوشیدہ نہیں ہو سکتا۔ وارث تلیل اپنے  
حق کو بعد مرگ بھی دنیا پر ظاہر کر رہا ہے۔ اور اعداء دین کو خاموش ہونے پڑتا ہے۔

سلطان دین اپنے نام کے دین کو قرار دیکھنے کے لئے موت پر آمادہ ہو گیا سفر میں متفرق بہنے کے باوجود بھی  
علم امامت کے پردہ میں ہر رات ہی سے راز و طلاع روز بھی طرے جلتے ہیں امام حسین نے اپنی ذات کو ستر خدا

میں روپوش ہو گیا تھا۔ احکام اکہی بدول دماغ میں ہو چکے تھے دنیا کے ہول سے منہ موڑ کر اسلام کی باگ ڈور اپنے دامن سے باندھ لی تھی سرکار حسین میں بار بار ہونیوالی ہستیاں ان ہی کے نقش قدم پر مٹنے کی جو باتیں واقعات کی رنگین فضا اپنے فانی مظلوم ایک دوسرے کا خون بہانے پر آمادہ ہو چکی تھی دنیا کا ہر ذرہ خاندان رسول کا دشمن ہو گیا تھا۔ بیجائی دے مروت کی آغوش میں بدورش پائیواں نے امام حسین کا خون بہا نا کھیل سمجھ لیا تھا۔ دوستوں کے مجمع میں چند پایہ کے بزرگ تھے چونکہ انسانیت میں حسین سے ملکر اپنی الفت کا نقش باقی کر رہے تھے سردارِ دو عالم کے روحِ رواں حسین مظلوم ان مراحلِ زندگی کی جولانیوں کو کا کا حقہ خوب سمجھ چکے تھے کہ اب اگر دین کی عزت کو قائم رکھنا ہو اور ناناکے ہولِ مذہب کو برقرار رکھنا چاہیے تو موت کی گود میں کھیلنا اور اس شغل میں وہ سرطے طے کر دے کہ دنیا بکھ جائے کہ موت و شہادت میں کیا فرق ہے محبت و الفت کا سبق کس طرح حاصل ہوتا ہے دین و دنیا میں کیا فرق ہے اسلام و کفر کی تعلیم کن سے قائم ہے مذہب غیر مذہب کا سوال ختم کر دیا جائے۔ بشریت کے ہول میرے دم ہی تک نہیں بلکہ بعد مرگہ ہر طرح جاری و ساری ہوں کہ ہر گوشہ عالم میں اسلام کا ڈنکا بجے اور میری موت پر دو آئندہ بھائے۔ میرے بعد آئندہ والی نسلوں میں اس واقعہ کی زندہ مثال پیدا ہو کہ ہر ذی روح سلام کے نام سے واقف ہو جائے۔

واقعات کی رنگینی اپنے پہلو میں موت سے ہلکنار ہونیوالوں کو منزل بہ منزل سبق دیتی چلی جا رہی ہے۔ موت کی آواز کھیلنے والوں نے کبھی خیال بھی نہ کیا کہ موت جہاں منتظر ہے بلکہ ان کے دل موت کی گود میں سوئے کے متنی تھے۔ انہوں نے ہولِ شریعت میں چار چاند لگانے کے واسطے موت سے کھیلنا سیکھا تھا۔ روزگارِ دانا اپنی نیرنگی میں سفرِ امام حسین کو لئے ہوئے کہ سے کوچ کر چکا تھا۔ ہر ذرت ہی فکرِ ابدی ذکرِ قبل موت دنیا کو بکھا دیں کہ اے غافل، حرص کے بتلو، زر کے غلام، نفس کے بندوں اب تم پر تیار ہو جاؤ کہ حسین نے اپنی زندگی اسلام بہترین ہونے کے لئے وقف کر دی ہے۔ منزل بہ منزل کو صبح کا ڈنکا بجا چلا جا رہا تھا کبھی زبانِ امام برکتِ نفسِ ذائقہ الموت کا جملہ آجاتا تھا کبھی انا اللہ وانا الیہ راجعون کہہ کر خاموش ہو جاتے تھے معلوم ہوتا ہو کہ عورتیں امامِ دو عالم اپنے ذائقہ کو دیکھ رہے تھے کہ کربلا کی طبعی زمین تازت آفتاب سے شعلہ بن رہی ہے ریگ میدانِ گرمی سے تپ رہی ہے نہر کا پانی بہ رہا ہے بچے خیمہ میں شہرِ اعطش کے غمرے لگا رہے ہیں طفلِ شیرخوار بے آب گھوارہ میں ٹپ رہا ہے۔ اجاب جوش و فائیں ڈوبے ہوئے ہیں۔ انصافِ رحمت میں بہر تن سحر و تن ہیں بہن بھائی کی خدمت میں حاضر ہے بھائی آدھ مرگ جیہاے قضا تو اوروں کو تو نے کھڑے ہیں بچے بھارے نے حکم کے منتظر ہیں مگر دنیا کا امام دین کا مالک جنت کا سردارِ فاطمہ کا لاؤ لہ علی کا دولا رسول کا جیہا حسین اپنی امامت میں بحرِ رحمت کی طبع رواں تھا۔ ہزاروں حادثات کی جو صیں نظم و نسق امام میں تلاطم



بچا رہی تھیں ایک جائزہ سخت کفر تھی جو لعنت کفر کا طوط پینے تھی دوسری طرف رحمت للعالمین کی گود کا پالا ذرا  
فرس تیر کام پر ہر راحت کرنے کے بعد مزید کے چلو میں جو خواب ہوا آکھ جو کھلی تو یہی موت کا کلمہ زبان ہوا وانا اللہ وانا  
الیدہ راجعون کا جملہ دہرایا۔ دایں بائیں ہر آدم کے بھائی و بیٹے ساتھ ہیں دنا دار و جانا ر سعادت نشان اولاد پہلو بہ  
پہلو موجود ہوتے ہوئے ریح امام چسرت بھری لٹجائے تھا گوش علی اکبر کہ جملہ انا اللہ وانا اللہ راجعون کے جملہ نے ضابطہ  
ہذا کر دیا اندر حق کی بابا ہوتی اس کلمہ کا کوئی سائل ہے فرمایا بیٹا اس وقت محل تو کوئی نہیں میری ذرا آکھ لگ گئی  
تھی عالم ر دایں سر کر رہا تھا کہ ایک سوا نظر آیا کہ کتابا جا رہا ہے انتم تسرعون وانا لناسرع بکرم الی الجنہ  
اے جان پر مجھے یقین ہے کہ موت ضرور آئے گی اندر یہ موت ایسی چیز ہے جو کسی کو نہ چھوڑے گی عرض کی بابا کیا ہم حق پر  
نہیں ہیں جواب میں ارشاد ہوا کہ اے علی اکبر ہم بھی حق پر ہیں اور تم بھی حق پر ہو۔ جواب امام نے جناب علی اکبر  
کی رگوں میں جو شہید اکبر دیا خون ہاشمی میں ابال اکیا رگ رگ میں محبت و درگئی نس نس سے حق حق کی آداد  
بیدا ہوئی اس جملہ حق نے حق دالوں کو سرد و روانہ ساد کی نروں میں دھوم مچادی اور جو شہ سرد میں بڑھ کر عرض  
کرتے ہیں کہ اے بابا جب ہم حق پر ہیں تو ہمیں موت سے کیا ڈر؟

راز خدا کا عالم دہر کے ذرہ کا الگ جہاں کے گوشہ گوشہ کا واقف امام نے موت کی آغوش میں پھیلے  
دائے انسان نے اپنے چونیوے سنگین واقف کو ہر پہلو سے جادیا تھا کہ اے میرے مدگار میں آج وہ مرگ ہو چکا ہو  
اندر میں ہر طرح اپنے خون میں ناکر شہید کیا جائوں گا اور میرے ساتھ جو بھی جائے گا ضرور راجا جائے گا چنانچہ شہید شہ  
کا واقعہ پیش نظر کیا تو اس کربا امام حسین نے مسکے قتل کی خبر دی ہے کہ کل ہر نہ شخص قتل کیا جا دیا گیا جو میرا ساتھ دیا  
تو جناب اسم نے پوچھا کہ اے علی کیا میں بھی؟ یہ تیرہ برس کا بچہ امام حسن کا یتیم ہمراہ عم کو بلا کی ملتی زمین پر لٹش کی شدت  
میں مبتلا رہی سمجھ میں لاطم ہونے سے دریافت کر بیٹھا مگر واقف ہوا امام سر خدا کے عالم نے یہ تو نہیں فرمایا کہ تم  
قتل کئے جاؤ گے بلکہ یتیم کے دل کی دھارس کے پہلو سے اندازہ کرنا چاہتے ہیں اور معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ دل  
کی کس قدر تیزی حالت ہے دریافت کیا کہ اے جان بلکہ تم موت کی کیسا سمجھتے ہو۔ یہ سوال ایسا تھا جو ہونیوے  
واقف اور موت سے لڑنے والوں کو آرائش میں ڈال رہا تھا اور موت و زندگی کو قبول رہا تھا مگر یہ بے جگر نہاں  
کب موت کی پندارہ کرتے تھے جگر نہاں موت سے لڑنے کے لئے اپنی حفاظت جان کے خاطر اپنے بدن پر ذرہ  
پہن لیا کرتے ہیں مگر یہ دلدادہ جوان ندر کیچے اپنے قلب کو ذرہ پر ہندا دیا کرتے تھے۔ لہذا امام حسن کا خونہاں جو سرکہ  
کربا میں کفر عابد کو نابود کرنے آیا تھا بھلا وہ خاموش ہو جاتا یا موت سے ڈر جاتا۔ جواب نے یا عی میں تو موت کو شہد  
سے زیادہ شریں سمجھتا ہوں۔ جب یہ مولائے عالم نے سن لیا اور آزالیا کہ میدان صبر میں یہ الصابرین کا ساتھ  
دیگا تو کہہ لاکہ ہاں قاسم تم بھی شہید کئے جاؤ گے بلکہ وہ بے شیر غار بھی شہید ہو گا۔ اپنی موت کا ذکر تو ہم ہم زخم نہیں کیا مگر



میں ڈھال کر دکھایا۔ قدرت دیکھ رہی تھی کہ آج میرے نبی کے دوا سے پہنچاؤ دینا اے کس قدر شوق شہادت میں سبقت کر رہے ہیں خصوصاً قلب لکاج ہر تھا پاک نیت انکی جدیت تھی نیک طہارت انکی فطرت تھی ثابت قدمی انکی عزت تھی۔ مردانگی انکی خصلت تھی خدمت امام انکی جان تھی اور شہادت انکی رنج سلام تھی۔ اگر آج دنیا میں مردے کو اٹھوں نے اسلام نہ پکایا ہوتا تو اسلام بھی موت کی طرح ملک عدم میں رد ہوتا۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ موت کے حادثوں سے ہمارا امام سب کو آگاہ کرتا جاتا تھا۔ اور اس قدر واقع تھا جتنا کوئی اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے باخبر ہے کہ کتنی ہیں۔ کیوں ہیں انکے وجود سے کس قدر فائدہ حاصل ہو موت سے آگاہ کرنا گو یا اسکے حکام کی وجہ سے کرنا واقعات شہادت سے مطلع کرنا امامت و شہادت کی بین الملک ہے۔ امام ظلم نہ اپنے ہمارے ہیں ہی سے نہیں بلکہ قوم بنی اسد کو بلکہ جتنا رہا تھا کہ اسے قوم بنی اسد ہم اس جنگی کو مشکل بنانے آئے ہیں ہمیں ہماری قبریں نہیں گی اچھب ہم شہید ہو جاویں تو ہماری لاشوں کو ہر دوزخ میں کر دینا سرتاج امامت اپنی موت کو دیکھ رہے تھے کہ بعد قتل لعین آادہ جفا ہونگے ہماری لاشیں پونسی دھوپ میں پڑی رہیں گی اعداء دین بے حرمتی کریں گے بانی شریعت رسول سلام نے کسی بھی میت کو کسی کی جھوٹ لاش کو دفن دفن کر دینے کا حکم دیا ہے بلکہ یہاں تک اجازت دیدی ہے کہ اگر لکھن دستیاب نہ ہو سکے تو اسی کے کپڑوں میں دفن کر دو مگر ضرور دفن کر دو۔

مگر اسے دینا دوزخ کا جواب دے کہ کلمہ گویان سلام نے امام حسین کے ساتھ کیا رعاداری رہی کسی نے بھی لاش امام یا اور شہداء کو دفن نہ کیا وصیت امام کی اعتقاد نہ کی شریعت اسلام کو پس پشت ڈال دیا بلکہ ان مرنیوں کی لاشیں کٹی بٹا کر دوزخ میں خاک کر بلا بے سرتپڑی رہیں عرب کی محرم ریت اڑا ڈال کر غریبوں کی لاشوں پر پڑا کرتی تھی۔ دن کی دھوپ بجانے کے لئے برہنہان صحرائی اپنے پردوں سے سایہ کرتے تھے خوب کہا جاوران صحرائی اپنے امام کی لاش کو گود میں لیکر رو دیا کرتے تھے۔ جلے فہوس ہے کہ چرند و بہرند آدمیوں سے بہتر تھے جن سے کہ امام نے کوئی وصیت نہ کی تھی ان جاوہروں کو بلکہ سمجھا یا کہ نہ تھا ان وحش ظہور کو تو ہر وقت خرموٹی جبکہ سادہی نے الاقل امین بکرم کا جاں سوز فہم نہایا تمام بے جان چیزوں سے خون نکالنا شروع ہو گیا جس بھوکہ اٹھانے تھے خون البتہ تھلے جان چیزیں غم حسین میں خون کے آنسو سے گریہ کر رہی تھیں درخت روتے تھے شجر گریہ کیاں تھے زمین روتی تھی آسمان روتا تھا فطرت کا پانی بنزوں اچھل رہا تھا کہ انوس فرزند سانی کو تو میرے کٹاے رہ کر پیا سا شہید کر ڈالا گیا عالم کے تدبیر لانے ان جافروں کو ہوشیار کر دیا کہ چلو اپنے امام کو کربلا کی زمین پر پڑا دے میں۔

خوش قسمت اے جاوہران صحرائی کہ تم نے آنسوؤں سے بڑھکر امام کی خدمت کی اپنے پردوں کو خون امام میں

ترکیا اور دودماز مقاموں پر جا کر دوسرے جانوروں اور پرندوں کو آگاہ کیا بلکہ بہت سی مخلوقات خدا انھیں جانوروں کے ذریعہ سے قتل نام حسین سے آگاہ ہوئی۔

جناپا ایک نئی نظر نہ کہتی ہے کہ عقب کوہ میرا خیر تھا میں اپنی چند سہیلیوں کے ہمراہ بالائے کوہ گئی دیکھا ایک لڑکی میدان ہے ہزاروں چاند پرندہ کا مجمع ہے جو چرخ رہے ہیں چلا رہے ہیں بد بھی اڑتے ہیں کبھی گرتے ہیں اور وہاں بہت سی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ میں دھم کی ماری پس پیش میں پڑی رنج و غم میں مٹھری جانب میدان نظر جمی سکتہ کے عالم میں کھڑی دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ عجیب واقعہ اس میدان میں ہوا ہے سہیلیوں نے قہر کی سبب نبور دیکھنے لگیں اور یہی مشورہ دیا کہ وہاں چکر دیکھنا چاہئے کہ کیا سمت ہے۔ زمین سرخ پتھر خونی لاشیں مومن تریر نظر پڑیں میدان جنگ میں عجب کھرام بپا ہے جانوران صحرائی کی نوحہ کن حالت ہے برندان دینا اپنے چروں کو خون شدہ سے رنگ کرائے جا رہے ہیں نہ انکو آب و نہ انکی فک نہ لاشوں کو کھلے کا خیال نہ انکو ان اجسام پاک کے فچے کا دھیان، مگر صحرائی شیر درندہ اپنے چہروں کو خون امام حسین سے رنگین کے حفاظت لاش امام میں پیچھے نظر پڑے میں ہی شش و پنج میں آگئی پڑی ہو گیا دیکھا کہ چند لاشیں شدہ ہیں نہ انکے جسم پر سرہن نہ انکی لاشیں بہرہ و خاک ہیں بے والی وارث لاشیں ظالموں کے ظلم کی انتہائی شقاوت کا منتظر دکھا رہی ہیں بے سر لاشوں کا بچانا مشکل تھا مگر قدرت سے ہاتھ پیروں کی شناخت سے جسم کے چھوٹے نمبے کے فرق نے ظاہر کیا کہ یہ سب یکساں نہیں ہیں کئی جھان ہے کئی بڑھا ہے کوئی نوڑھا ہے کوئی نوٹھ ہے کوئی نابالغ ہے یہ سبھی ایک ننھی سی لاش نے میرے دل کے ٹکڑے اڑا دیے۔

ہائے کافور! اگر میں اسی ننھی لاش کے قریب بیٹھ گئی اور کہا ضرور یہ لوگ تیرے عیسیٰ روح اللہ سے کم نہیں ہیں یا تو یہ کوئی نبی کا گھر ہے یا ولی کا جو کہ بعد ان جانوروں کو رلا رہا ہے ابھی ہی دیکھا تھا کہ چھتر زمین پر ایک طرف جھٹکے ہوئے خیاں کے نشان ملے کھنے لگی کلاس بن میں یہ گھر بڑی طرح برباد ہوا ہے لاش صہر کو گو دین لیکر گھر کرنے لگی سہیلیوں نے کہا کہ ابھی ایک لاش سے فوراً ملے ہے مشک غنہ سے زیادہ خوشبو آ رہی ہے بری طرح زخمی کیا گیا ہے خاک و خون میں لاش لٹی پڑی ہے کبھی زمین میں سے رونے کی آواز آتی ہے کبھی جانوروں کی نواں مبتلائے غم کرتی ہے اور یہی فکر میں ہے کہ کس طرح اس واقعہ کو معلوم کروں زن نصرانیہ نے بیابان پر کھڑا داندی کہ اے شہید! مجھے آگاہ کرو کہ تم کس قوم و قبیلہ سے ہو تمہارا کیا نام ہے۔

کر بلا کے زخمی شیر زخمائے شیرہ شمشیر سے کٹے پڑے ہیں موت و حیات کے رشتہ کیو ظالموں نے قطع کر دیا ہو رنگائے شہیدان سے خون کا دورہ بند ہو گیا ہے شہد راہ خدا انسان اپنی ہستی کو اسلام پر قربان کئے جلتی ریت پر پڑا ہے رسول اسلام کا لاڈلا بیٹا اپنے خون میں نہائے تغتیرہ ریگ پر سو رہا ہے مگر جانوروں کو رلا رہا ہے

پرندوں کو زلزلہ رہا ہے، انسانوں کو زلزلہ رہا ہے، جنوں کو زلزلہ رہا ہے ظاہر ہے پس ہے مگر باطن میں قلب عالم کو متحرک رہا ہے دل و دماغ انسانی صرف نام حسین لینے سے انسانیت کا کلہ پڑھنے لگتا ہے ظاہر میں امام حسین زن نصرانیہ کے سامنے خاموش پڑے ہیں مگر حقیقت اس نے سوال کیا کہ اے شہید و مجھے اپنے نام و قبیلے سے آگاہ کر دو گوئے بریدہ امام حسین کو بخش ہوئی اور جواب میں ارشاد ہوا کہ اے زن نصرانیہ میں فرزند مصطفیٰ چوں اس سیری ناظم نہ رہا ہے باپ میرا فاجر غیر علی ہے اور میں مظلوم حسین چوں ظالموں نے بیگناہ قتل کیا همان بلایا تین دن تک جھوکا بیا سا رکھا اور میرے سب جائب عزیز و اقربا کو قتل کر ڈالا۔

مصطفیٰ را میکشید بگذاشتند

اہل دنیا کار داشتند

اے اہل دنیا ذرا ہوش میں آؤ اور غور کرو کہ مولانا ردم نے شاعر یہ شعر ہی لئے کہا ہے کہ در حقیقت رسول اللہ تو دفن کر دیے گئے مگر انامن الحسین آج ریگ گرم پر پڑا تبلیغ دین میں مصروف ہے کیونکہ امام حسین بصدق حدیث تمک لھی دماک دمی ہیں گو کہ جبر رسول تو پسو خاک ہو گیا مگر جز جبر رسول خاک خون میں غلطاں کر بلا کی ریگ پر پڑا رہا اور اسی جسم نے ذریعہ تعلیم بن کر زن نصرانیہ کو کلہ رسول پڑھوایا۔ گوئے بریدہ محسن نے زن نصرانیہ کے گلے میں گریہ کا پھندا ڈالا میدان دشت میں ذبح و ماتم کا جرجا ہونے لگا خوش قسمت کہ بخت نے یادی کی اور غم سے منکسر داخل سلام ہوئی جنت کئی ہوئی گردن دین رسول کی ترقی کا سبب بن گئی۔

گریہ دیکازن نصرانیہ نے قرب و جوار کے آدمیوں کو ہتھیار کر دیا قوم بنی ہسائی اور خود تماشہ بن کر بکھیتی رہی یہودیوں نے زراعت کر نیوالوں سے ان شہیدوں کا حسب نسب دریافت کیا جب ان یہودیوں کو معلوم ہوا تو خود آمادہ ہوئے کہ مسلمانوں کے نبی کا نواسہ بگور و کفن پڑے اسکو دفن کریں قوم بنی ہس نے جب یہ دیکھا کہ ہمارے نبی کے نواسہ امام حسین اور اُن کے عزا و اقربا کو یہودی دفن کرنے پر آمادہ ہیں تو بغیرت دامن گیر ہوئی۔

وصیت امام یاکئی عورتوں نے غیرت دلائی اپنی چادر میں مردوں کے سر پر ڈالیں تب وہ مسلمان آمادہ دفن امام ہوئے شہیدان را خدا بعد کئی روز کے سپرد زمین کئے گئے مگر جب تک کہ بن پر پڑے رہے گو کہ ظاہر میں بے جان تھے مگر باطن میں وہ لاشے ایسا کام کر رہے تھے کہ اسلام آج تک انکا نام لیکر زندہ ہے اور تابندہ زندہ رہیگا۔

اے انقلابی مانتیرا دور حکومت یا نمال ہو گیا مگر آغوشِ مروت میں مونیوالوں نے جامہ انسانیت میں چاہا نہ لگا دینے بیگنی تلک نے ظلم جو کر کیا سبنا کر نہیں ہیں ڈالا۔ رنگ لاتی ہے خاپھر ہے پس جانیکے بعد کا صحیح مفہم بنا دیا زیر آسمان اپنے خون میں پٹا رہ کر موت و حیات کی بنجیریل کو سمار کر دیا شہید جاوید نے زندہ جاوید ہو کر سلام کی زندگی کو سلام بنا دیا اور بقا دیا کہ موت و شہادت کیا چیز ہے۔





